رُوحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" دہلی

DECEMBER 1968



MAHATMA TOLESTOY

Price: Rs. 1

Editor : G. N. NANDA

Sixty one

dad Bgl of them

Six o'clock of

the

70' clock

पुनम 3417- [illegible]

[illegible] [illegible]

By [illegible] By father

By mother Dade [illegible]

[illegible] [illegible]

[illegible]

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک



فہرست مضامین

دسمبر ۱۹۶۸ء

چندہ سالانہ بذریعہ منی آرڈر صرف ۱۲/- روپے
وی پی منگوانے پر ۱/- روپیہ زائد یعنی ۱۳/- روپیہ
ممالک غیر سے بذریعہ فارن منی آرڈر ۲۰/- روپیہ
فی پرچہ ۱/- روپیہ

ایڈیٹر ۔ گورکھ ناتھ نندہ

نوٹ: سالنامہ بھگت گا تھا ناک بابت جنوری اور فروری ۱۹۶۹ء جسکی فی کاپی کی قیمت ۴/- روپیہ ہوگی سالانہ چندہ میں ہی مفت بھینٹ ہوگا۔ جو اصحاب اسکو حاصل کرنے کے خواہشمند ہوں وہ سالانہ چندہ ۱۲/- روپے بھیجکر اسکے حقدار بنیں۔ (مینیجر)

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر، پرنٹر و پبلشر و پروپرائٹر نے سو لبنھیو پریس دہلی سے چھپوا کر دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی مکان نمبر ۲۶۹۲ سے شائع کیا۔

اغراض و مقاصد

۱۔ زمانہ حال کی زبان میں برہم گیان کی تعلیم دینا
۲۔ بھگتوں، یوگیوں، گیانیوں اور دوسرے مہاپرشوں کی اُبھارنے والی زندگیوں کے حالات پیش کرنا۔
۳۔ عالمگیر اور ابدی سچائیوں کی اشاعت کے ذریعے تعصب اور تنگدلی کو دُور کرنا۔
۴۔ ماضی و حال کے بلند ترین خیالات اور نہایت گہرے روحانی تجربات کو پیش کرنا۔
۵۔ تمام قوموں اور نسلوں کے درمیان انسانی وحدت دکھاکر باہمی رواداری، قدرشناسی اور اتحاد کی سپرٹ کو بڑھانا۔

قواعد و ضوابط

۱۔ یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی ۲۹، ۳۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے۔
۲۔ اہل قلم حضرات کے مضامین بھی رسالہ ہذا میں درج ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اسکے ادبی و روحانی معیار پر پورے اُتریں۔ مضامین اشاعت سے تین ماہ پیشتر ارسال کرنے چاہئیں۔
۳۔ اگر کسی صاحب کو پرچہ وقت پر نہ ملے تو وہ دس تاریخ تک چٹھی لکھکر پرچہ مفت طلب کر سکتے ہیں۔ اسکے بعد قیمتاً ملے گا۔
۴۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر (چٹ نمبر) کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے۔ اور جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ بھیجنا چاہیئے۔
۵۔ منی آرڈر ارسال کرتے وقت اپنا نام اور پتہ خوشخط حروف میں لکھنا چاہیئے تاکہ رقم درست طور پر اصحاب متعلقہ کے حساب میں جمع ہو سکے اور یہ لکھنا ضروری ہے کہ میں پُرانا خریدار یا نیا خریدار ہوں۔ اور خریداری نمبر بھی درج کرنا چاہیئے۔

ضروری التماس

جن اصحاب کی خدمت میں کسی سجن کی سفارش پر یا اُنہیں دھرم پریمی خیال کرکے یا اُنکی اپنی ہی درخواست پر

رسالہ اوم

بطور نمونہ ارسال ہوتا ہے اُن کا اخلاقی فرض ہے کہ پرچہ کے مطالعہ کے بعد وہ اپنی خریداری کی منظوری یا نامنظوری سے اطلاع دیں۔ کیونکہ جہاں ہم نے اُنکے دھارمک جذبات کی توقع پر اُنکے شبھ نام پر پرچہ مفت ارسال کرنے میں تامل نہیں کیا اور ایک روپیہ کا خرچ برداشت کیا ہے۔ وہاں ہم اُنکی طرف سے دس پیسے کے جواب کی توقع رکھنے میں حق بجانب ہیں۔

خاص بات

یہ ہے کہ اوم کوئی بیوپارک پرچہ نہیں اور نہ ہی روپیہ کمانے کی غرض سے جاری ہوا ہے۔ بلکہ روحانی خیالات کے پرچار کا مشن لیکر جاری ہوا ہے۔ اسلئے یہ سب کا ہے اور سب کے لئے ہے۔ اور سب ہی کو اسے کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ ایسے بلند پایہ اور ہر لحاظ سے بہتر پرچے کی ہر ایک سجن کو خود بھی سرپرستی کرنی چاہیئے۔ اور دیگر دوستوں کو بھی اس کا خریدار بنانا چاہیئے۔

منیجر رسالہ اوم
اجمیری گیٹ دہلی ۶

سالنامہ بھگوت گاتھا انک بابت جنوری و فروری سنہ ۱۹۶۹ء کی

اوم اوم

دوّیہ جھانکی

اوم کا اگلا پرچہ بابت جنوری و فروری سنہ ۱۹۶۹ء "بھگت گاتھا انک" کے نام سے منسوب ہوگا جبکہ ۲۹ دسمبر سنہ ۶۸ کو نہایت پابندیٔ وقت کے ساتھ ڈسپیچ ہوجائیگا۔ اس کی لکھائی چھپائی کا کام شروع ہوچکا ہے۔ گذشتہ سالوں میں رسالہ اوم حسب ذیل ضخیم لیتناہیں سالانہ نمبروں کی شکل میں اپنے معزز خریداران کو بھینٹ کرچکا ہے۔ جوکہ آجتک اُنکی لائبریری کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ اُمید ہے کہ بھگت گاتا انک بھی اُسی طرح مقبول عام ہوگا۔ جس طرح گذشتہ انک۔ انہیں ایسے دلچسپ مضامین شائع ہورہے ہیں۔ جوکہ من پر پربھاو ڈالنے والے اور سبق آموز ہیں۔

سنہ ۱۹۳۶ء میں گیان انک شائع ہوا تھا۔
۱۹۳۷ء میں بھگتی انک
۱۹۳۸ء میں کرم یوگی انک
۱۹۳۹ء میں شانتی انک
۱۹۴۰ء میں پریم انک
۱۹۴۱ء میں مکتی انک
۱۹۴۲ء میں ایشور انک
۱۹۴۳ء میں ویدانت انک
۱۹۴۴ء میں رام انک
۱۹۴۵ء میں کرشن انک

سنہ ۱۹۴۶ء میں ہندو دھرم انک
سنہ ۱۹۴۷ء میں گیتا یوگ درشن
سنہ ۱۹۴۸ء میں شکتی انک
سنہ ۱۹۴۹ء میں سادھنا انک
سنہ ۱۹۵۰ء میں نارائن انک
سنہ ۱۹۵۱ء میں تلسی رامائن انک
سنہ ۱۹۵۲ء میں جواہرات انک
سنہ ۱۹۵۳ء میں بھگوت گیتا انک
سنہ ۱۹۵۴ء میں اُپاسنا انک
سنہ ۱۹۵۵ء میں یوگ انک

سنہ ۱۹۵۶ء میں بھاگت انک
سنہ ۱۹۵۷ء میں سنت انک
سنہ ۱۹۵۸ء میں ویدانت انک
سنہ ۱۹۵۹ء میں سادھو انک
سنہ ۱۹۶۰ء میں نوین بھگت مالا "
سنہ ۱۹۶۱ء میں شانتی انک
سنہ ۱۹۶۲ء میں بھگوت پریم انک
سنہ ۱۹۶۳ء میں بھگوت گیان "
سنہ ۱۹۶۴ء میں پرشوتم انک
سنہ ۱۹۶۵ء میں اُپنشد انک

سنہ ۱۹۶۶ء میں کرشن انک
سنہ ۱۹۶۷ء میں ہندو دھرم انک
سنہ ۱۹۶۸ء میں رام انک
اور اب جنوری سنہ ۱۹۶۹ء میں

بھگت گاتھا انک

شائع ہوگا۔

اپنے آرڈر بک کرائیے

چونکہ بزرگوں کے اتہاس سے ہمیں بہت سے سبق ملتے ہیں اور ہم اُن کے نقشِ قدم پر چلکر اپنے اندر اُتساہ دلیری اور بشاشت کی تازہ روح پھونک سکتے ہیں۔ جیسا کہ ایک انگریز مہاتما نے کہا ہے۔ سے

LIVES OF GREAT MEN ALL REMIND US WE CAN MAKE OUR
LIVES SUBLIME, AND DEPARTING LEAVE BEHIND US
FOOT PRINTS ON THE SANDS OF TIME.

شری مسرور صاحب نے بھی اس بارہ میں کیا خوب لکھا ہے:۔ سے

عابدوں کے نقشِ قدم

شری گوپال داس مسرور

دُنیائے عشق و نور میں جب گھومتا ہوں میں
سمٹا ہُوا جمال ترا ڈھونڈتا ہوں میں

یہ جانتے ہوئے کہ تُو میری نظر میں ہے
تیرا پتہ ہر اک سے مگر پوچھتا ہوں میں

مانا بُتوں کو سجدہ گناہِ عظیم ہے
لیکن خدا سمجھ کے انہیں پوجتا ہوں میں

تیری رضا سے موت کی آغوش میں گیا
گلشن میں تیرے حکم سے پھر پھولتا ہوں میں

پایا ہے جو سُرور تیری بارگاہ میں
پا کر وہی سُرور یہاں جھومتا ہوں میں

مسرُور میری رُوح کو ملتا ہے اک سکوں
جب عابدوں کے نقشِ قدم چومتا ہوں میں

ہم نے اس بار دیش اور جاتی کی ضرورت کو مدِ نظر رکھکر سالنامہ بھگت گاتھا انک شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جس میں ایسے ایسے لاجواب بھگتوں کی جیونیاں درج ہو رہی ہیں جو کہ قربانی کے مجسمہ تھے جنہوں نے دھرم کی خاطر اپنا سر و سو قربان کر دیا۔ جو بھگوان کے اننیہ بھگت کہلائے۔ اور ہمارے لئے ایک آدرش چھوڑ گئے۔ جن جن بھگتوں۔ یوگیوں اور مہاپرشوں کی جیونیاں اور مضامین اس بھگت چرتر انک کیلئے ہمیں موصول ہوئے ہیں۔ اُن کی تفصیل درج کی جا رہی ہے۔

سالنامہ بھگت گاتھا انک میں سب سے پہلا مضمون برہم بندو اُپنشد درج کیا جا رہا ہے جو کہ سدنت ہر سنگھ جی کی زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ پوجیہ سنت جی شری سوامی شیو رام جی سرسوتی (بنگالی مہاتما) کے شش ہیں۔ یہ بھارت بینک لمیٹڈ کے مینیجر رہے۔ اور بینک کی ملازمت کرتے ہوئے بھی گیتا اُپنشد برہم سوتر وغیرہ کو نہایت باقاعدگی کیساتھ تقریباً ۲۵ سال شب و روز کی محنت سے گوروں سے پڑھا۔ اور اب خود اس قابل ہیں کہ دوسروں کو پڑھا سکتے ہیں۔ گرنتھ صاحب کی بانی پر بھی ان کو کافی عبور حاصل ہے۔ اور جگیاسوؤں کے سنشے دور کرنے کی سمرتھ رکھتے ہیں۔ گرو رہائش گاہ (6-ط) جے۔ 6۔ راجوری گارڈن نئی دہلی پر روزانہ اُپنشدوں کا سوادھیائے ہوتا ہے۔ اور ہر اتوار صبح $8\frac{1}{2}$ بجے سے $12\frac{1}{2}$ بجے تک ست سنگ۔ اور گورو بانی کا کیرتن ہوتا ہے اور دہلی کی سنگت لابھ اُٹھاتی ہے۔ انہوں نے ہندی میں ایک لاجواب پستک شائع کی ہے جس کا نام انو بھوتی پرکاش ہے۔ اسکے پہلے دو حصہ جات ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں۔ حصہ سوئم 440 صفحات پر مشتمل ہے سالم کپڑے کی مضبوط جلد میں ملبوس ہے حصہ سوئم کی قیمت صرف 8/- روپئے علاوہ محصول ڈاک۔ یہ پستک رسالہ اوم دہلی کے دفتر سے مل سکتی ہے۔

منگانے کا پتہ دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی 6

رام ناٹک۔ (از فقیر سرزاری لال جی نگرتھ۔) اسٹیج پر رام لیلا کھیلنے کے لئے ڈرامہ کی صورت میں رام چرتر درشایا گیا ہے۔ یہ ۱۸۰ صفحات کا لمبا مضمون ہے۔ بھگت چرتر انک میں اسکے تین چار سین درج کر کے بقایا مضمون اگلے ماہوار پرچوں میں شائع کیا جاویگا۔ آشا ہے کہ ڈرامہ کے شوقین اس مضمون کو بیحد پسند کرینگے۔ اور رام بھگت بھی اپنے اشٹ دیو کی لیلاؤں کو من میں دھارن کر کے لطف اندوز ہوں گے۔ نگرتھ صاحب نے بڑی محنت سے یہ مضمون تیار کیا ہے۔ ہم اُن کا ہاردِک دھنیہ واد کرتے ہیں۔

ماتا ویشنو کے مہان بھگت باوا جیتو۔ (از قلم پنڈت کیدار ناتھ جی پربھاکر راج جیوتشی لکشمی نگر سہارنپور ضلع گوجرانوالہ کے بھگتوں کی گاتھائیں۔ از پربھاکر صاحب

پوجیہ شری کا منشی رام جی چاولہ ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ ڈی سی۔ آفس لدھیانہ نے اپنی سروس کے دوران ہی اپنے جیون کو قوم اور دیش کی سیوا کے لئے وقف کر دیا تھا۔ عہد ملازمت میں انہوں نے نہ کسی سے رشوت لی اور نہ اپنے ماتحتوں کو رشوت لینے کی اجازت دی۔ وہ دفتر کے کام میں اسقدر مشغول رہتے گویا سمادھی میں بیٹھے ہیں! اور دنیا و مافیہا سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ اپنی ڈیوٹی کو ایشوری کاریہ سمجھتے تھے۔ موجودہ گورنمنٹ کے ملازمین کو اُنکے اس آدرش پر گامزن ہونا چاہیئے۔ اگر حکومت کی مشینری کے پُرزے صحیح کام کرینگے تو حکومت مستقیم ہوگی اور دیش کی حالت سُدھر جائیگی۔ پنشن لینے کے بعد شری چاولہ جی نے اپنے قیمتی وقت کو دوسرے پنشن یافتہ لوگوں کی طرح ضائع نہیں کیا۔ بلکہ اپنا تمام وقت روحانی اور اخلاقی کتب لکھنے میں صرف کیا۔ قوم کی گرتی ہوئی حالت کو سُدھارنے کیلئے انہوں نے ایسا نایاب لٹریچر مہیا کیا ہے جسکی تعریف احاطہ تحریر سے باہر ہے۔ منشی سورج نرائن مہر اور مہرشی شیوبرت لال جی ورمن کے بعد شری چاولہ جی ہی میدان عمل میں آئے۔ انسان۔ لُطف زندگی۔ اے مسلم بھائی۔ آدرش گرہست۔ آدرش مانو ہندی۔ امرت بندو ہندی۔ آدرش پریوار۔ وغیرہ وغیرہ کتب کو شری سوامی گوبند آنند جی مہاراج شاگرد الرشید شری سوامی رام تیرتھ جی مہاراج اپنے روزانہ ست سنگ میں پڑھا کرتے تھے۔ اور چاولہ جی کے خیالات کی تعریف کیا کرتے تھے۔ یہ کتب بھی رسالہ اوم کے دفتر سے مل سکتی ہیں۔ چاولہ صاحب نے سالنامہ بھگت گاتھا انک کیلئے تقریباً سولہ صفحات کا لمبا مضمون برائے اشاعت ارسال فرمایا ہے جس کا عنوان ہے۔ "بھگتی اور بھگت" انہوں نے اس مضمون میں پُرانی تہذیب اور نئی تہذیب کا بھی مقابلہ کیا ہے۔ اور ثابت کیا ہے کہ پُرانے لوگ موجودہ لوگوں کی نسبت ہزار درجہ سُکھی تھے۔ کیونکہ اُن لوگوں میں سادگی تھی۔ سچی ایشور بھگتی تھی۔ اندریوں پر کنٹرول تھا۔ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ اور اہنکار روپی شتروؤں کو انہوں نے جیتا ہوا تھا۔ وہ بغض اور کینہ سے مُبرّا تھے۔ وہ پریم کا مجسمہ تھے۔ لیکن جب سے لوگوں نے دھرم کرم کو تلانجلی دی اور مغرب زدہ بن گئے۔ تب سے وہ دُکھ اور مصیبتوں کا شکار ہو رہے ہیں۔ اپنا ستیاناش کر رہے ہیں۔ اور دیش کو بھی تباہی کی طرف لے جا رہے ہیں۔ چاولہ جی نے اُپنشد۔ رامائن۔ شریمد بھاگوت۔ گوربانی۔ پارسی دھرم۔ مسلمان فقیروں اور دیگر مہاپرشوں کے حوالہ جات سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ سوائے پرماتما کی بھگتی کے کبھی سُکھ اور شانتی نہیں مل سکتی۔

گورو صاحب بھی فرما گئے ہیں:۔ نانک دُکھیا سب سنسار ۔ سو سُکھیا جس نام آدھار

یہ مضمون پڑھنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ شری چاولہ جی نے اپنی صحت کی خرابی کے باوجود اس مضمون پر کافی محنت کی ہے۔ ہم اُن کا ہاردک دھنیہ باد کرتے ہیں۔

شری جگن ناتھ کھنہ تخلص بہؔ۔ ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی اسکول بنگہ۔ جن کی رہائش آجکل میرٹھ چھاؤنی میں ہے۔ اور زیادہ عرصہ شری برندابن دھام میں گذارتے ہیں۔ اور کرشن بھکتی میں ہمیشہ سرشار رہتے ہیں۔ وہ رسالہ اوم کے خاص سرپرست رہنما اور معزز لیکھک ہیں۔ انہوں نے مندرجہ ذیل مضامین برائے وشیش انک ارسال فرمائے ہیں۔ بردھ اوستھا اور کمزوری کے باوجود اتنی محنت سے لمبے لمبے مضمون قلمبند کر کے ارسال کرنا یہ اُنکی ہی ہمت ہے۔ رسالہ اوم کی عرصہ دراز سے وہ قلمی معاونت کر رہے ہیں۔ وہ سناتن دھرم کے پرچار کو اپنی زندگی کا اہم مقصد سمجھتے ہیں۔ اُن کا ہر ایک لیکھ تعریف کے قابل ہے۔ جو مضمون انہوں نے ارسال فرمائے ہیں، اُنکی تفصیل حسب ذیل ہے۔ سنت پریہ رنداس۔ مہا پربھو شری ہت ہری ونش جی۔ سوامی ہریداس جی۔ پربھو آنند سرسوتی پاد۔ شری ہری رام ویاس۔ شری سناتن گوسوامی۔ حضرت ولی صاحب۔ ایک انگریز ڈاکٹر ڈیوڈسن کی ادبھت کرشن بھکتی۔ سنجے کرشن۔ ایک مسلمان بالک بھکت۔

سروؔ دھرم سار — یہ مضمون پروفیسر کرپال سنگھ جی ایم اے۔ کی زورِ قلم کا نتیجہ ہے۔ چند ماہ سے پروفیسر صاحب نے رسالہ اوم میں مضامین شائع کرنے کا متبرک خیال اُٹھایا ہے۔ پروفیسر صاحب کے مضامین موجودہ وقت کی ایک خاص ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ اگر اُن کے وچاروں پر لوگ عمل کریں تو دیش کی حالت سُدھر سکتی ہے۔ گورو نانک۔ سنت کبیر۔ نامدیو۔ سلطان باہو۔ مولانا روم۔ منصور۔ حضرت بلھے شاہ۔ وغیرہ وغیرہ کئی مہا پرشوں نے تعصب اور تنگدلی کو قبر میں دفنانے کی بھرپور کوشش کی۔ لیکن آج مذہب اور دھرم کے نام پر یہ مرض پھر عود کر آئی ہے۔ لوگ دھرم اور مذہب کے ٹھیکیداروں کے کردار سے تنگ آچکے ہیں۔ اور اگر اس تنگدلی اور تعصب کا فوری علاج نہ کیا گیا۔ تو ملک میں دھرم اور مذہب کا نام و نشان مٹ جائیگا۔ کیونکہ ایک طرف کمیونزم (ناستکتا) کا جھنڈا بلند ہو رہا ہے! اور دوسری طرف دھرم اور مذہب کے نام لیوا تعصب کی آگ کو بھڑکا رہے ہیں۔ حالانکہ ہر دھرم، پنتھ یا مذہب کے اصول قابلِ قبول نیز سُکھ اور شانتی کی طرف راغب کرنے والے ہیں۔ انہی خیالات کو شری پروفیسر صاحب پبلک کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ ہم اُن کا ہاردک دھنیہ واد کرتے ہیں۔ اُن کے مضامین پبلک نے بے حد پسند کئے ہیں۔ وہ گویا تڑپتے ہوئے دلوں پر امرت کی ورشا کر رہے ہیں۔ ہم اوم کے پاٹھکوں کی طرف سے اور اپنی طرف سے شری پروفیسر صاحب کا ہاردک دھنیہ واد کرتے ہیں۔ ایسے ہی عالم باعمل مہا پرشوں کی اس وقت ہمارے دیش کو ضرورت ہے جو خود تعصب سے بالاتر ہوں اور دوسروں کو اس لاعلاج اور موذی مرض سے رہائی دلانے کی سمرتھ رکھتے ہوں۔

حکیم ایملداس جی مضطرؔ۔ ایک عالم باعمل مہاتما پرشوں میں سے ہیں۔ جو کہ گرہست میں رہتے ہوئے فقیروں کی سی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ وہ رسالہ ست سنگ کے معاون خصوصی ہیں اور ہمارے بھی خاص مہربان ہیں۔ اُنکی تحریر جادو کا اثر رکھتی ہے۔ کیونکہ جو شخص خود عامل ہوگا۔ اُسکا ہی پربھاو دوسروں پر پڑیگا۔ اور جو آپ میاں فضیحت اوروں کو نصیحت،، کرنیوالے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی آواز بہرے کانوں میں پڑنے کے مصداق ہوتی ہے یعنی کچھ اثر نہیں رکھتی۔ مضطر صاحب نے جو مضامین

ارسال فرمائے ہیں۔ اُنکے عنوانات یہ ہیں۔ حضرت مالک دنیار کی زندگی کے حالات اور اُن کے ارشادات عالیہ۔ حضرت محمد واسع۔ حضرت حبیب عجمی۔ حضرت ابو حازم مکی رحمت اللہ علیہ۔ سوامی ہیمراج جی مہاراج جیدا کاشی۔

شری سوامی شاشوت آنند جی کرنال (سابق مہاتما دولت رام جی) نے اس انک کیلئے دو مضمون ارسال فرمائے ہیں۔ (۱) بھگت اور بھگوان۔ (۲) ابراہیم ادھم۔ اُنکے مضمون کے ساتھ شری سوامی پری پورنا نند جی مہاراج کی ایک نظم شائع ہو رہی ہے

خدا خانہ بدوشوں کی کرے خود خانساما نی ٭ نئی روزی نئی منزل نیا دانہ نیا پانی
تعلق دونو دُنیا سے ہے چھوڑا نیز عقبیٰ سے ٭ نگاہ اکبیر ہے اُنکی عجب ہے چال مستانی

بھگوان کے پیارے۔ از قلم پروفیسر ہری چند جی خوشدل ایم اے۔ اس میں دو مسلمان فقیروں کی سوانحیات درج ہیں۔ باوا فرید گنج شکر۔ حضرت بلھے شاہ قصوری۔ مسلمان فقیروں کی زندگیوں سے تپ اور تیاگ نیز صبر و قناعت کا سبق ملتا ہے۔

شری جگن ناتھ جی پربھاکر۔ جن کے مضامین اخبار ملاپ اور دیگر رسالہ جات میں اکثر چھپتے رہتے ہیں۔ اُنہوں نے رسالہ اوم کے اس وشیش انک کیلئے پانچ مضامین قلمبند کئے ہیں۔ جو کہ اپنی نظیر آپ ہیں۔ پربھاکر صاحب خدا داد لیاقت کے مالک ہیں۔ اُنکی تحریر جادو کا اثر رکھتی ہے۔ اوم کے گذشتہ سالنامہ بھگتی انک 1937۔ کرم یوگی انک 1938 اور بھگتی انک ۱۹۴۱ء اور دیگر پرچوں میں اُنکے مضامین چھپتے رہے ہیں۔ جو کہ ناظرین اوم نے بیحد پسند کئے تھے۔ اُمید ہے اُنکے یہ نئے مضامین بھی ہر دلعزیز ثابت ہوں گے۔ (۱) پرم تپسوی شری واچسپتی مشر اور اُنکی دھرم پتنی بھامتی۔ اس مہاپرش نے ویدانت کی پُستکوں پر ایسی بینظیر ٹیکا لکھی ہے۔ جو کہ بہت پرسدھ ہے۔ اور لاجواب ہے۔ اس کا تمام کریڈٹ اُنکی دھرم پتنی شریمتی بھامتی کو ہے۔ جو کہ اُنکی سیوا میں تتپر رہی۔ شری پربھاکر صاحب کا دوسرا مضمون (۲) شری دشرتھ سمرتی بھوشن ہے۔ تیسرا شری مشر دھر بابا۔ چوتھا۔ پرم تیاگی جینین سنت شری جمبو کمار۔ پانچواں۔ مہاراشٹر کے کبیر۔ شیخ محمد بابا صاحب۔

دیوان ولیس راج صاحب نندہ ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ محکمہ نہر نئی دہلی۔ جنکے مضامین بھگتی رس میں شرابور ہوتے ہیں۔ جنکی ایک نظم "رام سے ناطہ" اور ایک مضمون مہاتما پرماگ داس رام انک میں چھپے تھے۔ جن کو اوم کے پاٹھکوں نے بہت پسند کیا تھا۔ اُنہوں نے حسب ذیل کتھائیں قلمبند کر کے ارسال فرمائی ہیں۔ (۱) بھگت منکوجی بودلا۔ (۲) ہندو سانسکرتی کے پرم بھگت سرگورو داس بینرجی جسٹس ہائی کورٹ کلکتہ۔ (3) شیدائے کرشن عربی خاتون حسینہ۔ (4) بھگت جیوتی پنت جی: (5) بھگت اشٹاک۔ جسمیں آٹھ قسم کے بھگتوں کی ادبھت کتھائیں ہیں۔ (۱) پیتری بھگت شری رنگ ناتھ۔ (۲) گورو بھگت اُرونی جو بعد میں اُدالک رشی کے نام سے پرسدھ ہوئے (۳) گئو بھگت مہاراجہ دلیپ۔ (۴) براہمن بھگت شیواجی۔ (۵) پتی بھگتا شریمتی چندا (۶) سوامی بھگت ویر درگا داس۔ (۷) اتھتی بھگت مہارانا پرتاپ۔ (۸) بھگتی متی چندر لیکھا۔" کتھاؤں کے علاوہ شری نندہ صاحب نے اور بھی مضمون قلمبند کئے ہیں۔ بھگت کا سوروپ۔ شری بلبھاچاریہ جی کے رچیت مدھورا شٹاک کا انوواد۔ سوامی رام کرشن پرم ہنس کی بانی۔ سوامی رام تیرتھ

سوامی دیانند سرسوتی وغیرہ

شری سنگور پرشاد جی نے تین مہاتماؤں کے چمتکار قلمبند کر کے ارسال فرمائے ہیں۔

(۱) بابا منگت بخشی جی (۲) بابا مادھو رام جی (۳) بابا نرائن رام جی۔

کوی لوک ناتھ جی دل۔ نے خوشاب کے پرسدھ مہاتما باوا گنگا داس جی کے حالات قلمبند کئے ہیں۔ جنہوں نے اپنی قربانی دیکر تمام خوشاب شہر کو پاکستانی غنڈوں سے بچا لیا تھا۔ دل صاحب نے دوسرا مضمون بعنوان شعلہ و شبنم۔ قلمبند کیا ہے۔ جس میں گورو گوبند سنگھ جی مہاراج کے بچپن کے دن۔ باپ کی قربانی۔ میدان کارزار۔ کیش گڑھ۔ معرکہ چمکور۔ سرہند کی خبر مکتسر کا حملہ۔ گوداوری کے کنارے منزل مقصود گویا گورو مہاراج کے جیون کی تو جھانکیاں دی ہیں۔

یہ ہے گورو گوبند کی عظمت کی کہانی یہ ہے گورو گوبند کی شہرت کی کہانی

یہ ہے گورو گوبند کی ہمت کی کہانی یہ ہے گورو گوبند کی حکمت کی کہانی

دل صاحب کی دو اور نظمیں بھی شائع ہو رہی ہیں۔ گجیندر موکھش۔ نیز سرکار تمہارے ہاتھوں میں

ہم ہیں سنسار کے ہاتھوں میں۔ سنسار تمہارے ہاتھوں میں

حضرت نظام الدین اولیاء۔ از قلم کرشن چندر روحی۔ بھگت کوبا کمہار۔ از روحی صاحب۔

دروپدی چیر ہرن (منظوم) شری ستیہ پرکاش مہتاب۔ کتھا پرہلاد۔ از گورو گرنتھ صاحب۔

بھگت نامدیو جی کی آپ بیتی۔ از گورو گرنتھ صاحب۔ نامدیو جی کی کتھا۔ از قلم سوامی رام تیرتھ جی مہاراج۔

پورن بھگت۔ از قلم مہرشی شوبرت لال جی ورمن، دیوی ویر بالا۔ (ڈرامہ) از قلم سوامی اکھنڈا نند جی۔

کاگ بھوشنڈ جی کی کتھا۔ از تلسی رامائن۔ سنت تلسی داس جی کو بھگوان کے پرتکش درشن از ایڈیٹر۔ بھگت کی رکھشا۔ (ایک سچا واقعہ) از قلم پنڈت وشنودت جی۔ سبکتگین کی آپ بیتی۔ ماخوذ۔ شہنشاہ معرفت حضرت منصور۔ از قلم جوگی بسنت ناتھ جی۔ کیا ہندو قوم زندہ رہے گی؟ از قلم شری مستور صاحب۔

یوگیراج مہاتما منگت رام جی اور سوامی ملک ہیمراج جی چدآکاشی کی سوانحیات۔ از قلم شری کرشن شرما بی اے۔

رام نام سنکیرتن مالا۔ از کوی کرشن چندر جی روحی۔ سب سے اتم پیارا رام۔ انت گن ہے نیارا رام

سب کا ایک سہارا رام۔ سورج چاند اجارا رام۔ اسطرح کے ۱۰۸ شعروں میں مالا کو پورا کیا گیا ہے۔

پربھو بھکت رام داس چمار۔ بھگت سال بیگ۔ بھگت کوبا کمہار۔ بھگت رسخان۔ از قلم کرشن چندر روحی۔

بھگوان کی پریکشا۔ شری گیا چند رمپال جرنلسٹ۔

اٹھو اے وطن کے بہادر جوانو۔ وطن کی مصیبت مٹانے کی ٹھانو۔ از کوی کرشن چندر روحی

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا۔ کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے۔ جو خوب دیکھا تو یار آخر۔ خدا کی باتیں خدا ہی جانے۔ از

جب جب بھیڑ بنی بھگتن پر تب تب دھریو شریر۔ مہاتما شہنشاہ جی مہاراج۔

جو بھی وطن پہ اپنے قربان ہو گیا ہے۔ وہ تو خدا کے گھر کا مہمان ہو گیا ہے۔ از کوی کرشن چندر روحی۔

مولانا کی محبت میں ایڈیٹر

نوٹ:۔ باقی مضمون صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

ضروری اعلان

اوم کے خریدار صاحبان توجہ دیں

(1) جن صاحبان کے سابقہ چندہ کی میعاد ۳۱ دسمبر ۱۹۶۸ء یعنی سالنامہ بھگت گاتھا انک ۱۹۶۹ء کے شائع ہونے سے پیشتر ختم ہو رہی ہے۔ انکو ماہ نومبر میں منی آرڈر فارم بھیجے جا چکے ہیں۔ کئی سجنوں نے ہماری اپیل پر اپنا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیا ہے۔ لیکن بیشتر اصحاب نے اس طرف توجہ نہیں دی۔ اب ہم اُن سجنوں کو دوبارہ بذریعہ چھپی ہوئی چٹھی آگاہ کر رہے ہیں۔ کہ وہ کرپا کر کے اگلے سال کا چندہ مبلغ =/12 روپئے بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد ارسال کر دیں تاکہ سالنامہ ۱۹۶۹ء شائع ہوتے ہی اُنکی سیوا میں فوراً بھیجا جا سکے۔ بصورت دیگر سالنامہ بھگت گاتھا انک سالانہ چندہ کی وصولی کے لئے مبلغ =/13 روپئے میں بذریعہ وی۔ پی ارسال کرنا پڑیگا۔ اور وی۔ پی پر خواہ مخواہ کا ایک روپیہ کا زائد خرچ بلا ضرورت پڑیگا۔ سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر صرف =/12 روپئے مقرر ہے۔ اور وی۔ پی منگوانے پر سالانہ چندہ =/13 روپئے وصول کیا جاتا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اوم کے خریدار اس ایک روپیہ کی رعایت سے لابھ اُٹھاویں۔ اسلئے ہر ایک خریدار کو چندہ مبلغ "بارہ روپئے" بذریعہ منی آرڈر بھیجنے کی کرپا کرنی چاہیئے۔

(2) منی آرڈر بھیجتے وقت ہمیں ایک علیحدہ کارڈ کے ذریعہ مطلع کر دینا چاہیئے۔ تاکہ اگر ہمیں سالنامہ کے ڈسپیچ کی تاریخ تک کسی ڈاکخانہ میں کام کی زیادتی یا سٹاف کی لاپرواہی سے منی آرڈر وقت پر نہ ملے۔ تو ہم وی۔ پی۔ ارسال نہ کریں۔ گزشتہ سال کے تلخ تجربہ کی بنا پر ہم ناظرین کو مطلع کر رہے ہیں کہ جن صاحبان نے ہمیں ماہ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں منی آرڈر بھیجے تھے۔ وہ ہمیں ایک ماہ بعد جنوری کے پہلے ہفتہ میں وصول ہوئے جبکہ پرچہ وی پی ہو چکا تھا۔ اسلئے ہم نویدن کرتے ہیں۔ کہ منی آرڈر بھیجنے پر ہمیں بذریعہ کارڈ مطلع کرنا ضروری سمجھیں۔ تاکہ اس دھارمک پرچہ کا نقصان نہ ہو۔ اور آپکو اس بارہ میں فضول خط و کتابت کر کے پریشانی نہ اُٹھانی پڑے۔ آشا ہے کہ اوم کے قدر دان اصحاب ہماری اس اپیل پر توجہ دینگے۔ اور اپنا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد از جلد بھیجنے کی کرپا کریں گے۔

(3) چندہ بہرصورت 5 دسمبر ۱۹۶۸ء سے پیشتر بھیجدینا چاہیئے۔ تاکہ ہمیں 29 دسمبر سے پہلے مل سکے اور ساتھ ہی ہمیں علیحدہ کارڈ پر لکھدینا چاہیئے۔ کہ ہم نے منی آرڈر مطابق ڈاکخانہ ...... فلاں کی رسید نمبر ...... تاریخ ...... بھیجا گیا ہے۔ اگر ہمیں منی آرڈر وقت پر نہ بھی ملےگا۔ تب بھی سالنامہ بھیج دیا جاویگا۔

(4) **رقم واپس کیجائیگی** ممکن ہے کہ آپکا بھیجا ہوا منی آرڈر ہمیں دیر سے ملے جبکہ ہم سالنامہ "بھگت گاتھا انک" وی۔ پی کر چکے ہوں۔ اس صورت میں آپکو وی۔ پی وصول کر لینا ہی بہتر رہے گا۔ تاکہ دوبارہ رجسٹری خرچ برداشت نہ کرنا پڑے۔ آپکی دوبارہ وصول شدہ رقم ہم بذریعہ منی آرڈر واپس کر دیں گے۔ اطمینان رکھیں۔

منی آرڈر بھیجتے وقت۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط لکھیں نیز خریداری نمبر جو پتہ والی چٹ پر درج ہوتا ہے
(5) اُس کا حوالہ دیں۔ اگر خریداری نمبر یاد نہ ہو تو کم از کم یہ ضرور لکھیں۔ "کہ میں پُرانا خریدار ہوں" اور اگر آپ نئے خریدار ہیں تو یہ

لکھنا نہ بھولیں کہ: "میں نیا خریدار ہوں"۔ اگر آپ ایسا نہ لکھیں گے۔ تو غلطی سے آپکو دوبارہ وی، پی ہوجانے کا امکان ہے۔

(۵) پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع:- سالنامہ بھگتی گاتھا انک بابت جنوری و فروری ۱۹۶۹ء یعنی دو ماہ کا مشترکہ پرچہ تیار ہو گا۔ جو کہ مورخہ ۲۹ دسمبر ۱۹۶۸ء کو دہلی کے ڈاکخانہ حوض قاضی سے نہایت احتیاط اور پابندی وقت کے ساتھ ڈسپیچ ہو گا۔ اگر کسی صاحب کو وقت پر نہ ملے۔ تو برائے مہربانی 5 جنوری کے بعد اور ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء سے پیشتر ہمیں اور اپنے لوکل ڈاکخانہ کے پوسٹماسٹر صاحب کو شکایت کریں۔ شکایت آنے پر ہم دوبارہ پرچہ صرف ڈاکخرچ ایک روپیہ کے لئے وی، پی بھیج دینگے تاکہ اس چار روپیہ کی قیمتی پستک کے پھر گم ہو جانے کا احتمال نہ رہے۔

جن اصحاب کی شکایت ہمیں ۱۰ جنوری یا کم از کم ۱۵ جنوری کے بعد ملیگی۔ انکو یہ سالنامہ قیمتاً ہی مل سکیگا اس لئے برائے مہربانی پرچہ نہ پہنچنے کی اطلاع ۱۰ جنوری ۱۹۶۹ء تک دے دینا نہایت ضروری سمجھیں تاکہ بعد میں آپ کو مایوس نہ ہونا پڑے۔ اور خواہ مخواہ کی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

(۶) جو صاحب کسی وجہ سے آئندہ خریدار نہ رہنا چاہتے ہوں۔ وہ برائے مہربانی ہمیں بذریعہ پوسٹ کارڈ "فوراً" مطلع کر دیں۔ تاکہ نئے سال کا سالنامہ اُن کو وی پی نہ کیا جاوے۔ اگر وہ ہمیں وقت پر اطلاع نہ دینگے۔ تو مجبوراً ہمیں یہ سالنامہ بذریعہ وی، پی۔ ارسال کرنا پڑیگا۔ اور اُس کے واپس آجانے پر ہمیں ایسے اصحاب کی غیر ذمہ دارانہ اخلاقی حالت پر افسوس کرنے کے سوائے اور کوئی چارہ نہ ہو گا۔ اس خصوص میں ہمارا سال گزشتہ کا تجربہ بہت کڑوا ہے۔ اور اس تجربہ نے ہمیں مجبور کیا ہے کہ اوم کے پُرانے خریداروں کی توجہ کو خاص طور پر اس اخلاقی ذمہ داری کی طرف مبذول کیا جاوے۔

(۷) پتہ تبدیلی کی اطلاع:- ہمیں فوراً دیں۔ اور اپنے پتہ سے ڈاک خانہ کے پوسٹماسٹر صاحب کو بھی آگاہ کر دیں۔ تاکہ وہ پرچہ کو RE-DIRICT کرکے آپ کے نئے پتہ پر بھیج سکیں۔
پتہ تبدیلی کی اطلاع ہمیں 25 دسمبر ۱۹۶۸ء تک ضرور مل جانی چاہیے۔ ورنہ پرچہ گُم ہونے پر ہم ذمہ وار نہ ہونگے۔

منی آرڈر بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر اپنا نام اور پورا پتہ خوشخط لکھیں اور اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔
اگر نمبر یاد نہ ہو تو یہ لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔ کہ "میں پرانا خریدار ہوں"
اور اگر آپ نئے خریدار ہیں تو یہ لکھیں۔ کہ میں نیا خریدار ہوں"
اگر آپ ایسا نہ لکھیں گے۔ تو غلطی سے دوبارہ وی پی ہو جائے گا۔ اور خواہ مخواہ کی خط و کتابت اور پوسٹیج کا نقصان ہو گا۔

جیون دیپ

از
کوی لوکناتھ دل
دہلی

جیون دیپ جلاؤ
رام۔ کرشن دو سوریہ چندر ہیں۔ ان سے جیوتی پاؤ
جیون دیپ جلاؤ

(۱)

رگھوکل نائک رام چندر نے | راج پاٹ سب ٹھکرایا
کنٹک بھرے جہا بن کا | پتھ۔ ہنستے ہنستے اپنایا
وانر بھالوؤں کا اک ٹولہ | لنکا سے جا ٹکرایا
رشی رکت پینے والا نشیچر | دل یم پور پہنچایا
اپنے تن پر سنو دکھ جھیلے | دوسروں کے دکھ دور کئے
بوجھ بنے تھے جو دھرتی کا | چن چن کر وہ چور کئے
ایسے پرم پوتر چرتر سے | اجول ہردیہ بناؤ

جیون دیپ جلاؤ
رام۔ کرشن دو سوریہ چندر ہیں۔ ان سے جیوتی پاؤ
جیون دیپ جلاؤ

(۲)

یدوکل نندن کرشن چندر نے — برج منڈل کو ٹھکرایا
برندا بن گوپی جن ولبھ — دوارکا باسی کہلایا
جن کلیان کا پاون پنتھ — اس ماکھن چور نے اپنایا
نایک بنا مہا بھارت کا — دھرم دھوجا کو پھہرایا
پھیر بنے ہوئے پارتھ کو — گیتا کا اپدیش دیا
یگ یگ تک جو امر رہے گا — تو جیون سندیش دیا
گیتا وکتا کے پروچن کو — نج آچرن میں لاؤ

جیون دیپ جلاؤ
رام کرشن دو سوریہ چندر ہیں۔ ان سے جیوتی پاؤ
جیون دیپ جلاؤ

ان کے پگ چنہوں پر چل کر (۳) — شیوا پرتاپ نے دکھلایا
ان سے پریم پریرنا پائی — ان سے ہی پرکاش پایا
جب جب اپنے دیش پہ اے دل! — کوئی بدیشی چڑھ آیا
تب تب ان کا بھالا چمکا — تب تب کھنڈا لہرایا
اسی ستیہ کی رکھشا کے ہت — تم بھی کٹی بدھ ہو جاؤ
دیش سوتنتر رہے یگوں تک — ایسی کرنی کر پاؤ
سنسکرتی اپنی سنسکرتی میں پھر — مل جل کر چمکاؤ

جیون دیپ جلاؤ
رام۔ کرشن دو سوریہ چندر ہیں۔ ان سے جیوتی پاؤ
جیون دیپ جلاؤ

کہتی ہے خلق خدا ہم کو غائبانہ کیا

تعریفی خطوط

یو۔ کے۔ 12 ستمبر ۱۹۶۸ء

آدرنیہ نندہ جی نمستے۔

میں آپ کے رسالہ اوم کا خریدار تو نہیں ہوں۔ لیکن ایک بزرگ مہربان کی بدولت پڑھنے کو ضرور مل جاتا ہے جسے پڑھکر از حد آنند پراپت ہوتا ہے۔ ایسے اچھے اچھے مضمون جن کی کہ میں تعریف نہیں کرسکتا۔ اس کے لئے اُن بزرگوار کے ساتھ ساتھ میں آپ و سبھی مہاپرشوں کا جوکہ اپنا قیمتی وقت نکالکر اتنے اچھے اچھے مضمون شائع ہونے کے لئے بھینٹ کرتے ہیں۔ کا از حد مشکور ہوں۔

آپ کا داس:۔ مسٹر بی انگلینڈ۔

از ریڈنگ (انگلینڈ) مورخہ $17\frac{6}{68}$

میں رسالہ اوم کو پڑھکر بہت خوشی محسوس کرتا ہوں۔ آجکل جبکہ دنیا میں لوگ ادھرم کی اور بڑھ رہے ہیں۔ بزرگوں کا سنمان نہیں۔ جدھر دیکھو گراوٹ ہی گراوٹ ہے۔ خاص طور پر انگلینڈ جیسا دیش جہاں کے لوگ والدین کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور 14۔ 15 سال کی عمر میں ہی لڑکے گھر سے نکل جاتے ہیں۔ اور تنیتی کو یا کسی غیر لڑکی کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں۔ ایسے ماحول میں رہنا۔ ہے بھگوان آندھی میں دیا جلانا ہے۔ رسالہ اوم واقعی ایک صحیح بلند ترین روحانی پرچارک پرچہ ہے۔ جوکہ ہر ایک بھائی بہن کو اسے پڑھکر لابھ اٹھانا چاہیئے۔

آپ کا شبھ چنتک

مہندر سنگھ ریڈنگ برک شائر انگلینڈ۔

میری آیو 75 سال کی ہے۔ میں چندہ کا خیال نہیں کرتا ہوں۔ جیون پرینت خواہ کتنا ہی چندہ بوجھ گرانی ہوگا۔ بخوشی برداشت کرونگا۔ آپ کی ان تھک سیوا کا جو آپ ہندو سماج کی کر رہے ہیں۔ شکریہ کیلئے الفاظ نہیں ہیں۔

(خریدار نمبر 7995) سُکھ نند از بجری کنڈا لکھی۔

از جانب سندت لال اینڈ کمپنی لبھڈوہی؟ رسالہ اوم کے ہم پُرانے خریدار ہیں۔ رسالہ اوم کے پرتی ہمیں بے پناہ عقیدت ہے جوکہ منش ماتر کے لئے مشعل راہ ہے۔ اور کلیان کا ہیتو ہے۔ سالنامہ بیشک بذریعہ وی، پی ارسال کردیں۔ اگر وہ یہ نائد کا ہمیں کوئی

از تلواڑہ مورخہ $19\frac{10}{68}$ ۔ آجکل کے زمانہ میں بڑھتی ہوئی بے چینی کو دیکھکر بار بار خیال آتا ہے کہ سناتن دھرم کا جتنا بھی پرچار ہوسکے۔ کیا جاوے۔ آپکا رسالہ اکثر دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے۔ یہ رسالہ دھرم پرچار میں کافی کامیاب رہا ہے۔ پرماتما آپکو مزید کامیابی دیوے۔

تیرتھ رام شرما۔

اوم اوم

راز کامیابی

(سوامی رام تیرتھ جی کا وہ لیکچر جو انہوں نے گولڈن گیٹ ہال ٭ کیلیفورنیا امریکہ میں ۲۶ جنوری ۱۹۰۳ء کو بزبان انگریزی دیا تھا۔)

ایک استاد نے تین لڑکوں کو ایک روپیہ آپسمیں مساوی طور پر بانٹنے کیلئے دیا۔ اُنہوں نے اس روپیہ سے کوئی چیز خریدنے کا فیصلہ کیا۔ ان میں ایک لڑکا انگریز دوسرا ہندو اور تیسرا ایرانی تھا۔ مگر ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کی زبان سے واقف نہ تھا۔ اس لئے انکو اس امر کا فیصلہ کرنے میں بڑی دقت درپیش تھی۔ کہ کونسی چیز خریدی جائے۔ انگریز لڑکے نے واٹر میلن (تربوز) خریدنے کی تجویز پیش کی۔ جس پر ہندو لڑکا بول اُٹھا۔ "ہرگز نہیں۔ میں ہندوانہ (تربوز) خریدنا پسند کرونگا۔ اس پر تیسرا ایرانی لڑکا بولا۔ کبھی نہیں۔ میں تو تربوز خرید کر رہونگا۔" ان کے لئے قابل خرید شئے کا فیصلہ کرنا بہت مشکل ہوگیا۔ ہر ایک لڑکا اس شئے کے خریدنے پر زور دے رہا تھا۔ جو اسے مرغوب طبع تھی۔ ہر ایک دوسرے کی خواہش کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اس طرح ان کے درمیان جھگڑا شروع ہوگیا۔ جب وہ لڑتے جھگڑتے بازار میں جا رہے تھے تو وہ ایک شخص کے پاس سے ہوکر گزرے۔ جو ہر سہ زبانوں یعنی انگریزی۔ ہندوستانی اور فارسی سے واقف تھا۔ اسے انکا جھگڑا معلوم کرکے بڑا لطف آیا۔ اس نے لڑکوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ میں تمہارے جھگڑے کو مٹا سکتا ہوں۔ چنانچہ تینوں نے اسکے سامنے اپنی شکایت پیش کی اور اس کے فیصلہ پر رضامند ہونے کا اقرار کیا۔ اس نے ان سے روپیہ لیکر انہیں ایک کونے میں ٹھہرایا اور خود ایک پھل بیچنے والے کی دوکان پر جاکر ایک بڑا تربوز خرید لایا۔ مگر ان لڑکوں سے چھپا رکھا اور انکو ایک ایک کرکے بلانا شروع کیا۔ سب سے پہلے اُس نے انگریز لڑکے کو بلایا۔ اور تربوز کا تیسرا حصہ کاٹ کر اس کے سامنے پیش کیا اور پوچھا۔ کیا یہی شئے ہے جو تم چاہتے ہو؟ لڑکے نے خوشی خوشی اپنی مرغوب شئے کو قبول کیا۔ اور اسکا شکریہ ادا کرتا ہوا پھلتا کودتا کہتا چلا گیا۔ "یہی تو میں چاہتا تھا۔" اس کے بعد اس نے ایرانی لڑکے کو بلایا اور تربوز کا دوسرا ٹکڑا دیا۔ جس کو پاکر اس کی خوشی کی کوئی حد نہ رہی اور وہ کہنے لگا۔ "یہی تربوز ہے۔ میں تو اسی کا ہی خواہشمند تھا۔" بعد ازاں اس نے ہندو لڑکے کو بلاکر اسے تیسرا ٹکڑا دیکر پوچھا۔ کیا تم یہی چاہتے ہو؟ ہندو لڑکے نے بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا۔ "ہاں میں تو یہی چاہتا تھا۔ یہی میرا ہندوانہ ہے۔"

اس سارے جھگڑے اور ٹال مٹول کا باعث کیا تھا؟ ان لڑکوں کے درمیان کس بات نے غلط فہمی پیدا کی تھی؟ صرف ناموں نے جیھ۔ اسما نے اور کوئی بات نہ تھی۔ ناموں کو ہٹا کر ان کے پردے کے پیچھے جھانکو۔ آہا! پھر دیکھو گے۔ کہ یہ تینوں متضاد نام واٹر میلن۔ تربوز اور ہندوانہ ایک اور اُسی شئے کو ظاہر کرتے ہیں۔ ان سب ناموں کی تہ میں ایک ہی شئے موجود ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ایران کے تربوز انگلستان کے تربوزوں سے ذرا مختلف ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہندوستانی

تربوز انگریزی تربوزوں سے کچھ اختلاف رکھتے ہوں۔ مگر حقیقت میں پھل تو وہی کا وہی ہے۔ وہی کی وہی ایک شئے ہے۔ ذرا ذرا سے اختلافات نظر انداز کئے جا سکتے ہیں۔

ٹھیک اسی طور رام کو مختلف مذاہب کے درمیان جھگڑے بکھیڑے۔ غلط فہمیاں اور بحث مباحثے دیکھکر ہنسی آتی ہے۔ عیسائی یہودیوں کے ساتھ لڑ رہے ہیں۔ یہودی مسلمانوں کے ساتھ جھگڑ رہے ہیں۔ برہمن بودھ لوگوں کو قصوروار ٹھہرا رہے ہیں۔ اور بودھ بھی اسی طرح برہمنوں کے شاکی ہیں۔ ان جھگڑوں کا مشاہدہ بڑا لطف دیتا ہے۔ ان تمام جھگڑوں اور غلط فہمیوں کا باعث زیادہ تر نام ہیں۔ ناموں کا گھونگھٹ اُتار پھینکو۔ پردۂ اسما پھاڑ دو۔ ان کے پیچھے ان کے مفہوم پر نظر ڈالو۔ وہاں تم بہت اختلاف نہیں پاؤگے۔

رام اکثر اوقات "ویدانت" کے لفظ کا استعمال کیا کرتا ہے۔ یہ بھی ایک نام ہے۔ یہی نام کئی لوگوں کو رام کی بات سُننے سے باز رکھتا ہے۔ ایک شخص اُٹھکر بُدھ کے نام پر اُپدیش کرنے لگتا ہے۔ کئی لوگ اس کا اُپدیش صرف اس وجہ سے سُننا پسند نہیں کرتے۔ کہ وہ ان کے سامنے ایک ایسا نام رکھتا ہے۔ جسے انکے کان گوارا نہیں کرتے۔ مہربانی کرکے زیادہ قدر دان بنئے۔ اب بیسویں صدی میں وہ وقت آن پہنچا ہے۔ جبکہ ہمیں ناموں سے اوپر اُٹھنا چاہیئے۔ رام یا کوئی اور شخص کوئی بات تمہارے سامنے پیش کرے تو اسکے عیب و ثواب کو دیکھو۔ ناموں سے مت گھبراؤ۔ ناموں کی وجہ سے غلط فہمی کے شکار نہ ہو۔ ہر شئے کا بذات خود امتحان کرو اور دیکھو۔ کہ عملاً ٹھیک بیٹھتی ہے یا نہیں۔ کسی مذہب کو اس وجہ سے قبول نہ کرو کہ وہ سب سے بڑھکر قدیم ہے۔ اس کا قدیم ترین ہونا اسکی صداقت کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ بعض اوقات نہایت پُرانے مکانوں کو مسمار اور بہت پُرانے کپڑوں کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ سب سے آخری اختراع یا نئی طرز جو دلیل کے سامنے ٹھہر سکتی ہے۔ اس تازہ گلاب کے پھول کی مانند اچھی ہے جو شبنم کے چمکیلے موتیوں سے مرصع ہو رہا ہے۔ کسی مذہب کو اس سبب سے بھی تسلیم نہ کرو کہ وہ نئے سے نیا ہے۔ جدید ترین چیزیں ہمیشہ بہترین نہیں ہوا کرتیں۔ کیونکہ وہ ابھی زمانے کی کسوٹی پر نہیں کسی گئیں۔ کوئی مذہب اس دلیل سے بھی قبولیت کے لائق نہیں ہو سکتا۔ کہ کثیر التعداد لوگ اس کے پیرو ہیں۔ کیونکہ نوع انسان کی تعداد کثیر علی طور پر مذہب شیطانیت و جہالت کی پیرو ہے۔ ایک وقت تھا۔ کہ جبکہ منش جاتی کا بہت بڑا حصہ غلامی کو ٹھیک خیال کرتا تھا۔ اور یہ بات غلامی کا جائز ہونا ثابت کرتی تھی۔ کسی مذہب کے آگے اس خیال سے بھی سر نہ جھکاؤ کہ اسے معدودے چیدہ لوگ مانتے ہیں۔ کبھی کبھی قلیل تعداد جو مذہب قبول کرتی ہے۔ تاریکی اور گمراہی کا شکار ہوتی ہے۔ کوئی دھرم اس وجہ سے بھی ماننے کے لائق نہیں ہو سکتا کہ اس کا پرچارک ایک بڑا تیاگی (تارک) آدمی ہے۔ کیونکہ بہت سے ایسے تارک موجود ہیں کہ انہوں نے سب کچھ چھوڑ رکھا ہے۔ مگر وہ جانتے کچھ نہیں۔ اور فی الحقیقت مذہبی دیوانے ہیں۔

کوئی مذہب اس باعث سے بھی قابل تسلیم نہیں ہو سکتا کہ کوئی شہزادہ یا بادشاہ اس کا بانی ہوا ہے۔ کیونکہ راجے لوگ اکثر اوقات روحانی طور پر کنگال ہوا کرتے ہیں۔ کسی مذہب کو اسلئے بھی نہ مان بیٹھو۔ کہ اس کا بانی نہایت اعلیٰ درجہ کا کیرکٹر رکھتا تھا کیونکہ کئی نہایت اعلیٰ چال چلن کے لوگ سچائی کی توضیح میں ناکامیاب رہجاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قوت ہاضمہ

غیر معمولی طور پر طاقتور ہو۔ مگر اُسے عمل ہاضمہ کے متعلق کچھ واقفیت نہو۔ فرض کرو یہاں ایک مصوّر ہے جو
تمہیں نہایت نفیس۔ دلکش اور شاندار صنعتی کام کر کے دیتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ یہ مصوّر خود سب سے بڑھکر بدصورت
آدمی ہو۔ دُنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں۔ جو بہت زشت رُو ہیں لیکن سُندر سچائیاں پھیلاتے پھرتے ہیں۔ سقراط
اسی قسم کا آدمی تھا۔ سر فرانسس بیکن کوئی بہت اخلاقی آدمی نہ تھا۔ اس کے چال چلن میں کوئی نفاست نہ تھی۔
لیکن اس شخص نے دُنیا کو نوم آرگنینم (آلہ جدید) کی کتاب دی۔ اور سب سے پہلے دُنیا کو منطق استقرائی کی تعلیم دی۔
اس کا فلسفہ شاندار تھا۔ کسی مت کو اس لئے بھی گرہن نہ کرو۔ کہ اس کا بانی ایک بہت مشہور شخص ہو گزرا ہے سر آئزک
نیوٹن بہت مشہور ہے۔ روشنی کے متعلق اس کا مسئلہ خروج (EMISSORY THEORY OF LIGHT) غلط ہے۔ اس کا
حساب کلیت کا طریقہ لیبنٹز کے طریقے جزویت کی برابری نہیں کر سکتا۔ کسی بات اور کسی مذہب کو اسکے اپنے گُن
دوش دیکھ کر قبول کرو۔ اس بات کا خود امتحان کرو۔ آپ چھان بین کرو۔ اپنی آزادی کو مہاتما بدھ۔ حضرت مسیحؑ۔ حضرت محمدؐ
یا بھگوان کرشن کے آگے مت فروخت کرو۔ اگر مہاتما بدھ نے ایک طرح تعلیم دی۔ حضرت مسیح نے دوسری طرح اور
حضرت محمدؐ نے اور ہی طرز پر تلقین کی۔ تو یہ سب کچھ اُن کے لئے اچھا اور درست تھا۔ کیونکہ ان کے زمانے اور تھے۔
انہوں نے اپنے مسائل کو حل کیا تھا اور اپنی عقلوں سے فیصلہ کیا تھا۔ اس طرح انہوں نے بڑا کام کیا تھا۔

لیکن تم آج جیتے ہو۔ تمہیں اپنے معاملات کی خود ہی جانچ پڑتال۔ آلوچنا اور پریکشا کرنی ہوگی۔ آزاد ہو جاؤ۔
ہر شے کو اپنی ذاتی روشنی سے دیکھنے کے لئے آزاد ہو جاؤ اگر تمہارے آباؤ اجداد کسی خاص مذہب میں یقین رکھتے تھے
تو اُنکے لئے بہت اچھی بات تھی۔ مگر تمہاری نجات تمہارا اپنا کام ہے۔ تمہاری مکتی تمہارے بزرگوں کا کام نہیں ہے۔
وہ ایک خاص مذہب کے پیرو تھے۔ جسکے ذریعے وہ مکت ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں۔ لیکن تمہیں اپنی مکتی آپ ہی حاصل کرنی
ہے۔ جو کچھ تمہارے سامنے آئے اُسے خود ہی بذات خود دیکھو۔ اپنی آزادی کو ہاتھ سے مت دو۔ ہو سکتا ہے کہ تمہارے
بزرگوں کو ایک مذہب کی ہی تعلیم دی گئی ہو۔ تمہارے روبرو ہر قسم کے مذہب۔ فلسفے اور سائنس کی صداقتیں پیش کیجا رہی
ہیں۔ اگر تمہارا آبائی مذہب اسی وجہ سے تمہارا ہے۔ کہ تمہارے سامنے رکھا گیا ہے۔ تو اسی دلیل سے بدھ مذہب اور
ویدانت بھی تمہارے ہیں۔ کیونکہ تمہارے روبرو پیش کئے جا رہے ہیں۔

سچائی کسی کی ملکیت نہیں۔ یہ حضرت مسیحؑ کی ملکیت نہیں۔ اسلئے ہمیں حضرت مسیح کے نام پر سچائی کا پرچار کرنا مناسب
نہیں۔ سچائی مہاتما بدھ کی جائداد نہیں۔ اسلئے بُدھ کے نام سے سچائی کے پھیلانے کی ضرورت نہیں اور نہ ہی یہ حضرت محمدؐ
اور بھگوان کرشن کی ملکیت ہے۔ یہ تو ہر ایک کی ملکیت ہے۔ اگر کوئی شخص پہلے دھوپ سینک چکا ہے۔ تم بھی اُسی طرح دھوپ میں
غسل کر سکتے ہو۔ اگر کوئی شخص چشمے کا تازہ پانی پیتا ہے تو تم بھی اس چشمے سے اپنی پیاس بجھا سکتے ہو۔ تمام مذاہب کے
حق میں تمہارا یہی رویہ ہونا چاہیے۔ کوئی شخص اپنے دل کی گہرائی میں پسند نہیں کریگا۔ کہ اپنے پڑوسی کو اس کی جائداد سے
محروم کر دے۔ لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں۔ کہ جب ہمارا پڑوسی نہ دل سے اپنے مذہبی یا روحانی خزانے ہمارے سامنے
رکھتا ہے ہم بجائے اس کے کہ خوشی خوشی قبول کریں اس کے خلاف مسلح ہو کر کھڑے ہو جاتے ہیں! رام تمہارے پاس

ویدانت لاتا ہے۔ اس نیت سے نہیں۔ کہ تمہیں ویدانتی کا پڑھانے والا نام دیا جائے۔ تم یہ سب کچھ لے کر اسے ہضم کرو اور اسے اپناؤ۔ چاہو تو اسے عیسائیت کا نام دے دو ہمارے لئے اسما کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

رام تمہارے پاس ایک ایسا دھرم لایا ہے جو نہ صرف بائبل اور قدیم ترین کتب مقدسہ میں پایا جاتا ہے۔ بلکہ فلسفے اور سائنس کی جدید ترین کتابوں میں موجود ہے۔ رام تمہارے لئے ایک ایسے دھرم کا اُپدیش دینے آیا ہے جو گلی گلی میں ملتا ہے۔ پتے پتے پر لکھا ہوا ہے۔ جو نالوں میں گنگنا رہا ہے ہواؤں کے ساتھ سرگوشیاں کر رہا ہے۔ تمہاری اپنی شریانوں اور رگوں میں اُچھل رہا ہے۔ یہ ایک ایسا دھرم ہے جس کا تعلق تمہارے کام کاج اور دل سے ہے۔ اس پر عامل ہونے کے لئے کسی خاص گرجا میں جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ ایک ایسا دھرم ہے جسکو تمہیں اپنی روزمرہ کی زندگی میں چولہے کے پاس۔ کھانے کے کمرے میں۔ ہر جگہ عمل لانا ہے۔ ہمارا اختیار ہے کہ ہم اسے ویدانت کی بجائے کوئی اور نام دیدیں۔ ویدانت کے معنی اس پر صرف بنیادی صداقت کے ہیں۔ سچائی تمہاری اپنی شے ہے رام تمہاری نسبت زیادہ حق ملکیت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی یہ ہندوؤں کے ساتھ آپ سے زیادہ تعلق رکھتی ہے۔ یہ کسی کے ساتھ تعلق نہیں رکھتی۔ ہر شخص اور ہر شے اس کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

اب ہم اس بات پر غور کریں گے کہ کس طرح ویدانت ہمارا رستہ صاف کرتا ہے اور زندگی میں آپکے کاموں کو اسقدر خوشگوار بناتا ہے۔ آج ہمارا مضمون عملی ویدانت ہوگا۔ بالفاظ دیگر ہم راز کامیابی پر خیالات ظاہر کریں گے ویدانت کو عملی صورت دینا ہی کامیابی کا بھید ہے۔ ہر ایک سائنس اپنا آرٹ بھی رکھتی ہے۔ آج ہم ویدانت کے اس پہلو پر غور کرینگے جو اس کے نظری پہلو کی بجائے زیادہ تر اس کے عملی (ہنری) پہلو سے متعلق ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ویدانت مایوسی اور نا اُمیدی کی تعلیم دیتا ہے اور سستی اور کاہلی سکھاتا ہے۔ ایسے لوگوں سے رام درخواست کرتا ہے۔ کہ وہ اپنی منطق کو اپنے پاس رکھیں اور دوسرے لوگوں کے پاس اپنی عقل فروخت نہ کریں۔ اور دیکھیں کہ آیا ویدانت زندگی۔ سرگرمی۔ طاقت اور کامیابی کی طرف لے جاتا ہے یا کسی اور شے کی جانب۔ تم یہ سوال نہ کرو۔ کہ مشرقی ہند کے لوگ اس پر عمل کرتے ہیں یا نہیں۔ رام صاف طور پر کہتا ہے کہ یہ صرف اہل ہند کی علیحدہ جائداد نہیں ہے۔ یہ تو ہر شخص کی ملکیت ہے۔ یہ تمہارا اپنا پیدائشی حق ہے۔ کاروباری زندگی میں امریکن لوگ اس پر زیادہ کاربند ہیں اور اس لئے اس شعبے میں وہ کامیاب ہیں۔ ہندوستانی لوگ امریکہ والوں کے برابر عملی طور پر ویدانتی نہیں اور اس لئے مادی نقطۂ نگاہ سے وہ پچھڑے ہوئے ہیں۔

رام تمہارے پاس وکرت (بگڑا ہوا) ویدانت نہیں لاتا بلکہ وہ حقیقی ویدانت جو قدرت کے چشمہ اولین سے بہہ رہا ہے۔ اپنی منطق اور عقل کو اس پر خرچ کرو۔ پھر دیکھو گے۔ یہ کیسا عجیب ویدانت ہے اور کس طرح زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی کی طرف لے جاتا ہے اور کیوں ہر شخص کو اپنی مرضی کے خلاف ویدانت کی طرف چلنا اور اس کے احکام کو تسلیم کرنا پڑے گا۔"

صفحہ ۸ کا بقیہ مضمون۔ بھگت کسی کا بیت نہیں ہے۔ (نظم) شری گوپال داس مسرور
ہوس دُنیا کی لے کر مغربی تہذیب والوں سے۔ بُلندی اپنی کھو بیٹھے۔ گرے اپنے کمالوں سے
(شری نوبت رائے شوخ)

تیری محفل میں جو اک بار آکر دل لگاتے ہیں۔
وہ پی کر جام وحدت دین و دُنیا بھُول جاتے ہیں۔ (شری دُرگا داس)

تُو مالک بھی کُل مختار بھی ہے۔ رزّاق جہاں سرکار بھی ہے۔
سر اُٹھتا نہیں سجدوں سے مرا کیا خوب تیرا دربار بھی ہے۔ (امیر الشعراء دیوان ہنڈی داس جی قمر)

پا لیا تمہیں تو آیا دل کو قرار کیسا۔ غائب ہے قلب یکسو سے انتشار کیسا
یہ دلبری یہ شفقت یہ لطف یہ عنایت۔ لاتے ہو میرے دل میں تم اپنا پیار کیسا
(شری نوبت رائے شوخ)

ہندو سنسکرتی اور مریادائیں

شری گردھاری لال جی آہوجہ پردھان منتری شری سناتن دھرم سبھا فریدآباد نگر (ضلع گوڑگاؤں)

شری گردھاری لال جی آہوجہ ایک نیک دل، سادہ مزاج، سادہ لباس، سادہ اطوار، پُرانی وضع کے با اُصول چرتروان بزرگ ہیں۔ جو کہ ہندو سنسکرتی کے پرم شیدائی تتھا انوگامی ہیں۔ آپ اپنے وطن شہر ڈیرہ غازیخان کی نیز ڈسٹرکٹ کی سناتن دھرم سبھاؤں کے پردھان منتری رہے۔ آپکی لیکھنی میں ایک زور اور جوش جھلکتا ہے! وا آپکا سوادھیائے بہت وسیع ہے۔ اس کا پریچے آپکی لیکھ مالا "(ہندو سنسکرتی اور مریادائیں) سے بخوبی ملتا ہے اس لیکھ مالا کی پانچ اقساط ماہ جنوری ۱۹۶۵ء سے لے کر اب تک رسالہ اوم میں پرکاشت ہو چکی ہیں۔ اس کی تعریف میں پاٹھکوں کی اور سے کافی سراہنا ہو چکی ہے۔ واستو میں ضرورت اس بات کی ہے کہ اس کو کتابی ٹریکٹ کی شکل میں پرکاشت کر کے ہر ایک تعلیم یافتہ ہندو یوک کے ہاتھ میں دیا جاوے۔ تاکہ پاشچیتا (انگریزی) کے مقناطیسی مگر بد اثرات سے آنے والی پود کو بچایا جا سکے۔

آہوجہ جی کے دل میں بھارتیہ سنسکرتی کے لئے ایک تڑپ ہے۔ مگر اُنکا کہنا ہے کہ وہ اپنی سفید پوشی کے کارن اُن لیکھوں کو کتابی شکل دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان حالات میں دھرم و جاتی ہتیشی سجن یا کوئی دھارمک سنستھا ہندو سنسکرتی کی رکھشا کے لئے اس کام کو ہاتھ میں لینا سویکار کریں۔ تو یہ ایک مہان اور ٹھوس سیوا دھرم اور

سنسکرتی کے پرتی رہوئی۔ ایسے نیکدل مہانو بھاو یا سنستھائیں آہوجی کے ساتھ سمپرک کریں۔

نوٹ:- بہت سے مضمون اس فہرست میں لکھنے سے رہ گئے ہیں۔ جو کہ سبب گنجائش بہا النامہ کھیگت گا نھانک میں شائع ہوں گے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ مندرجہ بالا سب کے سب مضمون اس ہی پر شائع ہوں۔ جو مضمون اس میں شائع نہ ہو سکیں گے۔ وہ اگلے ماہوار پرچوں میں شائع کئے جاویں گے۔ اس لئے جو مضمون شائع نہ ہو سکیں۔ اُن کے لئے ہمارے معزز لیکھک یا پاٹھک فضول خط وکتابت نہ کریں۔ کیوں کہ مضمون شائع کرتے وقت ہمارے لئے کئی اور مجبوریاں بھی ہوتی ہیں۔ صفحات کم ہوتے ہیں اور مضمون زیادہ۔ اس لئے چیدہ چیدہ مضمون ہی چھپنے کی گنجائش ہوتی ہے ——— (گورکھ ناتھ نندہ)

اوم کے لیکھک مہودہ (مضمون نگار اصحاب) کی سیوا میں نویدن۔ رسالہ اوم میں آجکل ہندی الفاظ کی بھرمار پائی جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہمارے جیسے ہندی سے بالکل بے بہرہ اشخاص لطف اندوز نہیں ہو سکتے اگر یہ رسالہ اردو خواندہ طبقہ کے واسطے شائع کیا گیا ہے تو پھر اسمیں اردو الفاظ کو ہی برقرار رکھنا لازمی ہے۔ اگر مضامین تحریر کنندہ اصحاب ہندی کے الفاظ تحریر کرتے ہیں۔ تو اُن لفظوں کو اردو کے الفاظ میں تبدیل کر دینا چاہئے۔ سائیں دتہ مل کپور نئی دہلی۔

اوم اوم

مردِ عارف

(سوامی دھرمداس جی مہاراج)

خود خدا کی ذات ہیں وہ جو خودی سے پاک ہیں — دراصل ہیں ذاتِ نوری دیکھتے گو خاک ہیں

مرنے سے پہلے ہوئے تن کا تعین چھوڑ کر — مر کے پھر زندہ ہوئے وہ موت سے بیباک ہیں

زہر مارے دُنیا اِن کو کچھ اثر کرتی نہیں — پاس رکھتے معرفت کا کیونکہ وہ تریاک ہیں

جس طرح بنجائے وہ شاکر ہیں اُس ہی حال پر — بادشاہی مُفلسی میں خوش ہیں نہ غمناک ہیں

صورتِ کثرت کے ہوتے فارغ ہیں کثرت سے وہ — ذاتِ وحدت جانتے از عرش تا افلاک ہیں

واسطے دُنیا کسی سے کرتے ہیں نہ شور جنگ — مال مشترکہ نہ اپنا جانتے املاک ہیں

عام خلقت کو خبر کیا اُنکے راز و حال سے — وہ ہی واقف اُن سے جو کہ صاحبِ ادراک ہیں

سب کو وہ دیکھیں نہ اُنکو دیکھ سکتا ہے کوئی — اِس طرح کی پہن کر پھرتے عجب پوشاک ہیں

ہر کسی کو جانتے ہیں ذات اپنی کا شعاع — دیکھ کر اوروں کو ہرگز نہ چڑھاتے ناک ہیں

اِس طرح کے مردِ عارف ہر جگہ ملتے نہیں — جس طرح صندل کہیں ہے عام شجر آک ہیں

جس طرح گفتار اُن کی رکھتے ہیں رفتار بھی — عام کی مانند نہ گفتار کے چالاک ہیں

پاس اُن کے آتا ہے جو کہ ارادت نیک سے — کھول کر اُسکو سُناتے وید کے مہاں واک ہیں

جیو اور ایشور میں پردہ دُوئی کا مفروض جو — گیان کی مقراض سے فی الفور کرتے چاک ہیں

نیک قسمت سمجھو عارف کی صحبت دھرمداس
جس کی صحبت سے ہو جاتے پاک جو ناپاک ہیں

اوم اوم

پرمارتھک خطوط

از قلم شری ۱۰۸ سوامی گوبند آنند جی مہاراج بنام مہاتما دولت رام جی ودیگر ست سنگیاں۔

خط نمبر ۱۳۲

جگیاسو کے وہم اور اُن کا علاج

پرم پیارے آتمن۔ اوم آنند۔ ہری اوم۔ آپ کا کارڈ پہنچا۔ حرف بحرف دیکھا گیا۔ جواب حسبِ ذیل ہے۔

(۱) آپ کی ترقی کا خیال دیکھکر تعجب آتا ہے۔ کیونکہ آتما کی کیا ترقی اور کیا تنزلی۔ وہ سدا ایک رس ہے۔ باقی جو من بُدھی سے لیکر پدارتھ ہیں۔ وہ خود بخود ہر وقت تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی راجسی کبھی تامسی کبھی ساتکی۔ اگر ہر وقت ساتکی بھی بنا رہے تو کیا پھر من اور اس کا گُن سمت ہو جاویگا۔ یہ وہم ترقی و تنزل کا قطعی دل سے دُور کر دینا چاہیے آپکا سُروپ ہمیشہ ایک رس ہے جو کسی صورت میں گھٹتا بڑھتا نہیں ہے۔ من آدی سب درشّ ہی ہیں۔ اگر ان میں کچھ ترقی بھی مان لی جاوے تو درشٹا سے پھر بھی اُس کا کیا سمبندھ ہے۔ یہ محض آپ کو وہم لگا ہوا ہے۔ اس کو فوراً چھوڑ دیا جاوے اگر سُورج کا عکس شُدھ گنگا جل میں پڑتا ہے تو اس کا کیا بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر پیشاب غلیظ میں پڑتا ہے تو اس کا کیا تنزل ہوگا یہ شُدھی اور اشُدھی کا وہم بھی سراسر فضول ہے۔ چھوڑ دینا چاہیئے۔

(۲) آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے آپ میں مل جاؤں۔ یہ خیال بھی آپ کا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ لہر یا لہر کا پانی سمندر کے پانی سے جُدا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر اس کا ملنا کس سے اور کیا مانا جاوے۔ ایسے وہم جو دل میں گھسے ہوئے ہیں یکدم نکال دو۔ نیز لہر پانی کا کیا درشن کریگی۔ برتی لہر سروپ ہے۔ یہ آتما کو کیا اور کب دیکھ سکتی ہے۔ آتما خود انوبھو اور گیان سروپ ہے۔ وہ بھی آپ کو آپ کیا دیکھیگا۔ یہ بات سراسر فضول ہے۔ اور داخل وہم ہے۔ فوراً وچار سے چھوڑ دو۔ جو خود انوبھو اور گیان سروپ ہو۔ وہ اپنا انوبھو کیا کرے۔

(۳) جو آپ نے لکھا ہے کہ ہم نے اپنے آپ کو انش روپ سنا ہے۔ یہ بات بھی ایسا سنا کوٹی میں ہے۔ جو پرش وچار پوربک اپنے سروپ کو جان چکا ہے۔ کہ میں ساکشی ست چت آنند ہوں۔ باقی سب درشّ اَست سروپ ہے۔ اس میں انش انشی بھاو کہاں بن سکتا ہے۔ یہ پورن گیانیوں کیلئے نہیں ہے۔

(۴) جو راجہ شراب پی کر آپ کو کنگال دُکھی جانتے اُسکا کیا علاج ہو سکتا ہے۔ سوائے اسکے کہ وہ شراب کا نشہ کسی طرح دُور کرے۔ سو یہاں بھی اگیان روپی نشہ چڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ آپ کو ہر وقت چلتے پھرتے ساکشی آتما نراکار سبھاوک شُدھ سچدانند دیکھا اور جانا جاوے۔

(۵) آتم سروپ برہم کا انوبھو اسی طرح ہو سکتا ہے کہ جو برتی اُٹھے خواہ ساتکی یا کوئی اور سب کا جاننے والا گیان سروپ

آپ کو جانتے رہنا اور جس وقت کوئی برتی نہ اُٹھے۔ اُس وقت برتی کے ابھاؤ کا آپ کو بھان ہو گیان سروپ نشچے کرنا ہی طریقہ آتم انوبھو کا ہے۔ اس کو چھوڑ کر فضول مدد چاہتے ہو۔ اور کئی طرح کی کپول کلپنا۔ بچوں کی طرح کر رہے ہو۔ ایسی آپ پر اُمید نہ تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی بے وچار (اگیانی) یوگی کا سنگ ہو گیا ہے۔ یا کسی ایسی کتاب یا پوتھی کا مطالعہ کیا ہے۔ جو مکل وچار نہیں لا سکتی۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

(۶) جو کھیتی خشک ہوتی ہے۔ اُس کو بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ درش سُبھاوک ہی است جڑ دُکھ رُوپ اور پرچھن ہے اور آتما سبھاوک ہی ست چت اور آنند سروپ (سچدانند) ہے۔ کس کے لئے دیا کی ضرورت سمجھتے ہو۔ سب باتیں خط میں جو آپ کی لکھی ہوئی ہیں۔ بلا وچار معلوم ہوتی ہیں۔ اس مضمون پر دریا کے کنارے ایکانت استھان پر بیٹھکر غور سے وچار کرنا چاہئے۔ فقط۔

خط نمبر ۱۲۳

سبھاوک نِورتی۔

پیارے آتما۔ اوم آنند اوم آنند۔ اوم آنند۔

آپ کا پریم پتر حرف بحرف پڑھا گیا۔ جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) برتی سبھاوک ہی برہم سروپ ہے۔ اور برہم سے باہر بھی نہیں جا سکتی۔ جل ترنگ کی طرح۔

(۲) نِورتی نام رُوپ کی بھی سبھاوک ہی ہے۔ ستا شونیہ ہونے سے اِس کا پورے طور پر نشچے کرنا ہی نِورتی میں داخل ہے۔ رجّو سرپ وت (رسّی میں سانپ کا وہم ہو جانے کی طرح) اسلئے نِورتی کی نِورتی مانی گئی ہے۔

(۳) البتہ باہر کی نِورتی اصل نِورتی کی سہائیک ہے۔ مگر اصلی نِورتی وہی ہے۔ فقط۔

خط نمبر ۱۳۵ از کمارہٹی مورخہ ۲ جون سنہ 1920ء

نِورتی پرورتی کا ادرِشٹ سے تعلق

پرے آتما۔ آپ کا کارڈ مِل گیا۔ جواب حسب ذیل ہے۔

نِورتی پرورتی کا تعلق کچھ ادرِشٹ سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ پرمارتھ درشٹی سے نِورتی۔ پرورتی دونو فرضی متھیا اور سنکلپ ماتر ہیں۔ لیکن بیوہار میں اِن کا فرق ہے۔ ایسے ہی پراربدھ (ادرِشٹ) بھی فرضی ہی ہے لیکن بیوہار میں ماننا ہی پڑتا ہے۔ پرمارتھ میں سب کی شانتی ہے۔ فقط۔

گوبند آنند۔

خط نمبر ۱۳۶۔ از کمارہٹی۔ ۲۱ جون سنہ ۱۹۲۰ء

مانسک شانتی کے خاص اُپائے۔

پیارے آتما لالہ بھگوانداس جی۔ اوم آنند۔ آپ کا کارڈ مل گیا۔ حرف بحرف پڑھ لیا گیا۔ جواب یہ ہے۔

(۱) صحبت ہی ترقی اور تنزل کی بنیاد ہے جبکی روزمرہ نیک صحبت رہتی ہے۔ وہ نیک ہو جاتا ہے۔

(۲) اخلاقی کتابوں سے بھی سنگت زندہ کا زیادہ اثر پڑتا ہے۔ لیکن اخلاقی و دھارمک کتابوں کا پڑھنا بھی کافی مدد دیتا ہے۔

(۳) دُنیاوی تفکرات سے بچنے کے لئے ایک خاص سبق یہی ہے۔ کہ جو کچھ ہوتا ہے ہمارے بھلے کیلئے ہوتا ہے۔ جس نے اِس سبق کو عملاً یاد کر لیا۔ وہ عام فکروں سے بچ جاتا ہے۔

(۴) آپ تعطیلات کے دن کس طرح گذارینگے ؟

(۵) اگر روزانہ تین گھنٹے ایشور بھجن، گائیتری پاٹھ اور اوم کے جاپ میں خرچ کریں تو بہت اچھا ہوگا۔ آگے آپکی مرضی۔

عزیز دولت رام جی ۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔ بہت اچھا لکھا ہے۔ اور ٹھیک ہے۔ بہ نسبت مطالعہ پستکوں کے ایکانت وچار وغیرہ کا زیادہ اثر رہتا ہے حتہ الوسیع ایکانت اندر باہر سے رہنا چاہئے۔ اور بُدھی ساتوکی وچار مئی بنی رہے۔ فقط۔

اوم

اوم

اوم دھن

(از قلم شری نوبت رائے جی شوق)

اوم دھن سے یادِ حق ہے دل نواز — اہلِ حق ہیں اوم دھن سے سرفراز

اس بلند آواز دھن سے اے عزیز — گونج جائے گا ترے اندر کا ساز

پائے گا تو اپنے گوشِ داشت میں — نغمۂ سازِ دروں حیرت طراز

آئے گی رہ رہ کے آوازِ حسیں — رس بھری شیریں سُریلی دل نواز

اوم دھن ہوگی صدائے بازگشت — تیرے اندر سے بہ آہنگِ دراز

شغلِ پیہم سے بصد[1] تکرارِ ذکر — اوم دھن ہوگی نہایت دل گداز

اوم دھن کی مشق سے تو اے عزیز
اضطراب[2] دل سے ہوگا بے نیاز

[1] بار بار کے سمرن سے۔ [2] وکشیپ

زندگی کا سچا لطف و سرور حاصل کرنے کے لئے

رسالہ اوم کے خریدار بنیں۔ آجکل رسالہ اوم کا سالانہ چندہ بذریعہ منی آرڈر بارہ روپیہ 12/= مقرر ہے اور وی۔ پی منگوانے پر ایک روپیہ زائد یعنی تیرہ 13/= روپے ہے۔ اس چندہ میں نیا سالنامہ بھگت گاتھا انک جس کی قیمت چار 4/= روپے ہوگی۔ آپ کو مفت بھینٹ ہوگا۔

گیان مارگ کی وشیشتا

شنکا سمادھان

ایڈیٹر

شنکا۔ میں اوم کا عرصہ سے خریدار ہوں۔ اور ہر ماہ نہایت دلچسپی سے اس کا پاٹھ کرتا ہوں۔ میرے ایک متر بھگتی مارگ کے انویائی ہیں۔ وہ اکثر فرمایا کرتے ہیں۔ کہ گیان مارگ کی نسبت بھگتی مارگ آسان ہے لیکن مجھے بھگتی کی نسبت گیان مارگ زیادہ پسند ہے۔ گیان مارگ میں کون کونسی رکاوٹیں درپیش ہوتی ہیں۔ اُن کا ذکر کسی رسالہ میں کریں تاکہ اُن سے محتاط رہا جاوے۔

کرشن شرما بی اے۔

سمادھان۔ گیان مارگ صرف اُن لوگوں کے لئے کٹھن ہے جنکی منو برتیاں جگت کے پدارتھوں میں پھنسی ہوئی ہیں لیکن جن کو سنسارک پدارتھوں سے ویراگ ہو چکا ہے۔ اور جن کا من اور اندریاں اپنے وش میں ہیں جنکے اندر راگ اور دویش نہیں، جو پدارتھوں کی آکرشن شکتی کو اپنے سینم بل اور دور درشتی سے، اپنے من پر حاوی نہیں ہونے دیتے۔ جو کام کرودھ، لوبھ اور موہ کے پنجے سے آزاد ہو چکے ہیں۔ جنکے شدھ انتہ کرن میں آتم گیان کی جوالا پرگٹ ہو چکی ہے ایسے وویکی پُرش ہی گیان مارگ پر آروڑھ ہو سکتے ہیں۔ اور اُن کو آتم وچار میں آنند کا بھان ہوتا ہے۔ اُن کیلئے گیان مارگ سہل ہے۔ لیکن جنکو سینم بل پراپت نہیں ہوا۔ اور جن کا انتہ کرن ملین ہے۔ اُنکے لئے پہلے کرم اور بھگتی مارگ کو گرہن کرنا اتی آوشیک ہے۔ شیرنی کا دودھ، سونے کے پاتر میں ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی طرح آتم گیان کے لئے انتہ کرن کی پوترتا جو کہ کرم اور بھگتی سے ہوتی ہے۔ لازمی ہے۔ گویا کرم بھگتی اور گیان تینوں ہی ضروری ہیں۔ اپنی اپنی مالنتا اوستھا کے مطابق ان کو اپنانا چاہئے۔ ودوانت کے انوسار کرم اور بھگتی مقصدِ اعلیٰ نہیں۔ بلکہ یہ دونوں سروپ کی پراپتی کے لئے سادھن ہیں جب تک خود شناسی نہیں ہوتی۔ پرماتما کی پراپتی ناممکنات میں سے ہے۔ کرم دو پرکار کے ہوتے ہیں۔ ایک سکام دوسرے نشکام۔ نشکام کرم کرنے سے گیان کی پراپتی ہوتی ہے! ورشاستر کے انوسار سکام کرم کرنے سے سورگ کی پراپتی ہوتی ہے۔

نشکام کرم اور ایشور بھگتی سے جنم جنمانتروں کے پاپوں کی میل انتہ کرن سے دور ہوتی ہے۔ اور شدھ من میں ہی ایشور کا نواس ہوتا ہے۔ گیان ہونے سے دنیا کی ہر شئے فانی نظر آتی ہے۔ تمام دنیا کی خواہشات ہی بندھن کا کارن ہیں۔ سچ پوچھو تو سکھ حاصل کرنے والی خواہشوں کی تہ میں از حد دکھ بھرے ہیں، جیسے خوبصورت اور خوشبودار پھول میں بھڑ بیٹھی ہوتی ہوتی ہے۔ اور سونگھنے والے کے ناک پر زبردست ڈنگ مار دیتی ہے۔ اسی طرح دنیاوی خواہشات میں دکھ ہی دکھ پوشیدہ ہیں۔ لیکن انسان تجربہ کر لینے کے بعد ہی مہاتماؤں اور شاستروں کے ان واکوں کو مانتا ہے پہلے نہیں۔ خواہشات کا فنا کر دینا ہی اصلی مکتی ہے۔ من کے سنکلپ وکلپ سے ہی جگت دکھائی دیتا ہے۔ سشپتی یعنی گہری نیند میں جب من کے

سنکلپ وکلپ دُور ہو جاتے ہیں۔ اس وقت جگت دکھائی نہیں دیتا۔ یہی مکتی کی ایک مثال ہے۔ کام کرودھ، لوبھ، موہ اہنکار کے دُور کرنے کا علاج دراصل گیان ہی ہے۔ دُنیا کے تمام پرپنچوں کا کارن اگیان ہے! ور اگیان سے ہی پنیہ پاپ ہوتے ہیں جیسے روشنی سے اندھیرا بھاگتا ہے۔ اسی طرح گیان سے پُن پاپ بھاگتے ہیں۔ دنیا کو چھوڑ کر کہیں جانے کا نام تیاگ نہیں۔ بلکہ من میں دنیاوی پدارتھوں سے چاہ اور محبت نہ کرکے اپنے آتم سروپ میں قائم ہونا ہی سچّا تیاگ ہے۔ گیان پراپتی کی شاہراہ ست سنگ ہے۔ گیان کے جگیاسُو کو کُوسنگ سے ہمیشہ بچ کر رہنا چاہئے۔ گورو نانک جی فرماتے ہیں۔ س

بسر گئی سب تات پرائی جب تے سادھ سنگت موہے پائی
ناہہ کو بیری ناہہ بیگانہ سگل سنگ ہم کو بن آئی
جو پربھ کینو سو بھل کر مانیو ایہہ سُومت سادھو تے پائی
سبھ میں رُو رہیا پربھ ایکو پیکھ پیکھ نانک بگسائی

شنکا: رسالہ اوم" سناتن دھرمی پرچہ ہے۔ یا آریہ سماجی، اوم کا نام پڑھکر تو میں نے سمجھا تھا کہ یہ آریہ سماج کے خیالات کا پرچارک ہوگا۔ لیکن اس کے مضامین پڑھنے سے کچھ پتہ نہیں لگ سکا کہ یہ سناتن دھرم سبھا کا پرچہ ہے یا آریہ سماج کا۔ پرچہ کے مضامین مجھے بہت پسند آتے ہیں۔ ایک سال کیلئے میرے نام جاری کر دیویں اور اس سال کا سالانہ نمبر بھی ضرور ارسال فرماویں۔

گوبند رام آنند

سمادھان: رسالہ اوم" تمام مذاہب، تمام مت متانتر اور تمام سوسائیٹوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور کسی سے نفرت نہیں کرتا، ہم جس مہاپرش (سوامی رام تیرتھ جی) کے انویائی ہیں۔ وہ جب امریکہ میں گئے۔ تو بہت سے لوگ اُن کے معتقد ہو گئے۔ اور انہوں نے سوامی جی کو مجبور کیا کہ یہاں امریکہ میں اُنکے نام پر ایک ویدانت سوسائٹی کھولی جاوے جو بعد میں اُنکے نام کا پرچار کرتی رہے۔ اُس وقت سوامی جی نے فرمایا تھا کہ امریکہ کیا دُنیا میں جتنی سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں۔ وہ سب رام کی ہیں۔ رام کوئی علیحدہ نئی سوسائٹی بنا کر محدود نہیں ہونا چاہتا۔ اسی طرح اوم کسی خاص سبھا سوسائٹی کے زیر اثر ہو کر کوئی کام نہیں کرتا۔ یہ آزاد ہے اور اپنی آزادانہ سپرٹ سے دھرم اور سچائی کا پرچار کر رہا ہے۔ اسکو نہ کسی کے ساتھ کوئی خاص لگاؤ ہی ہے۔ اور نہ نفرت ہی، اس کا کام سچائی کو پرگٹ کرنا ہے۔ سناتن دھرم سبھا اور آریہ سماج نیز ان کے علاوہ اور بھی جتنی دھرم سنستھائیں ہیں۔ "اوم" اُن کو اپنا ہی سمجھتا ہے۔ اور یہ سب کا احترام کرتا ہے۔ یہ کسی خاص ایک سوسائٹی یا خاص مذہب یا کسی خاص مت کے زیر اثر نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب قیود سے آزاد ہے۔ یہ سب کا ہے اور سب کے لئے ہے۔ س

عاشقاں را مذہب و ملّت خدا است

پرشن: پورانوں میں اور گورو گرنتھ صاحب میں لکھا ہے کہ پرماتما کے حکم بغیر ایک پتّہ بھی نہیں ہل سکتا اور جو ہوتا ہے ایشور کی مرضی سے ہوتا ہے۔ پھر اچھے بُرے کرموں کا پھل منش کو کیوں ملتا ہے جبکہ اسکے اختیار میں ہی کچھ نہیں۔

"کرن کراون آپے آپ مانش کے کچھ ناہیں ہاتھ"

دینا ناتھ سوری خریدار نمبر ۶۶۲۴ :

اُتر: جیسے دُنیا کے سب کام سُورج کی روشنی میں ہی ہوتے ہیں لیکن سُورج سب کرموں سے بری الذمہ ہوتا ہے اسی طرح ایشور کی چیتن شکتی ہی سے جیو کرم کرتے ہیں جب وہ چیتن شکتی شریر کا تیاگ کرجاتی ہے تو یہ شریر جڑ ہوجاتا ہے اور کوئی کام کاج نہیں کرسکتا۔ پرماتما کی شکتی سورج کی طرح سب کرموں سے الیپ رہتی ہے۔ کرموں کا کرتا بھوگتا تو جیو خود ہے پرماتما کبھی بادشاہ کیطرح کوئی حکم صادر نہیں کرتا۔ اسلئے حکم کا مطلب یہاں شکتی لینا چاہئے۔ نیز یہ یاد رہے کہ جیو پرماتما کا انش ہے اور کرم کرنے میں سوتنتر (آزاد) ہے لیکن کرم کا پھل بھوگنے میں پرتنتر ہے۔ کرم کا پھل دینا ایشور کے آدھین ہے۔ اسلئے منش کو چاہئے کہ ایشور کی آگیا جو کہ وید اور شاستر ہیں۔ اُن کے مطابق شبھ کرم کرے اور اشبھ کرموں کا تیاگ کرے۔ اس میں ہی کلیان ہے۔ سدنا قصائی تھا جب اُس کو اپنے بُرے کرموں سے نفرت ہوئی تو اُس نے اپنا کام چھوڑ کر ایشور بھجن کرنے کیلئے تیرتھ یاترا کرنے کو چلا گیا۔ راستے میں راجہ کے دُوتوں نے اس کو ڈاکو سمجھکر پکڑ لیا۔ اور سزا کے طور پر ہاتھ پاؤں کاٹے گئے۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ کرم کا پھل اوشیہ بھوگنا پڑتا ہے۔ ایشور بھکتی کرنے سے اُسکے ہاتھ پاؤں دوبارہ اُگ پڑے۔

پرشن: میں روزانہ شریمد بھگوت گیتا کا پاٹھ کرتا ہوں۔ گائتری جاپ بھی کرتا ہوں۔ چونکہ میں پہلے شراب کا استعمال کرتا تھا۔ اور اب بالکل چھوڑ دی ہے۔ اس لئے اسکی طرف دل بہت زیادہ کرتا رہتا ہے۔ اور طبیعت یکسو نہیں ہوتی، کوئی نیک مشورہ دیں تاکہ دل یکسو ہو جائے۔ اور طبیعت اُس طرف بالکل نہ جاوے۔ پیارے لال۔

اُتر: آپ کو صد آفریں ہے کہ آپ اپنے من کو مارنے کی طرف راغب ہوگئے ہیں۔ جیسے کپڑے کو صاف کرنے کیلئے صابن کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور اگر کپڑا بہت میلا ہو تو اس کو بھٹی پر چڑھانے کے لئے دھوبی کو دیا جاتا ہے۔ اسی طرح اس من کی عادات کو جو کُسنگ کی وجہ سے بگڑ چکی ہیں۔ انکو بدلنے کے لئے کافی محنت اور کوشش درکار ہے۔ اور ایشور اُپاسنا روپی صابن لگانے سے ہی اس کی میل اُترتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی اُپائے نہیں ہے۔

کرت کرت ابھیاس کے جڑمتی ہوت سُجان رسری آوت جات کے سل پر پڑت نشان

اگر رسّی کی رگڑ سے سل پر نشان پڑجاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ایشور کی بھگتی اور منتر جاپ سے من درست نہ ہو۔ صرف ابھیاس کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ ست سنگ اور ست شاستر کا وچار۔ نیز ایشور بھگتی سے ہی یہ من قابو آئے گا۔ آپ گائتری منتر کے جاپ کو آہستہ آہستہ بڑھاتے جاویں۔ جب آپ دس مالا صبح اور پانچ مالا شام تک پہنچ جاوینگے۔ تو آپکا من ایک ماہ کے عرصہ میں ہی اپنی پرانی عادات کو چھوڑ کر یکسو ہو جائے گا۔ اگر ہو سکے تو کسی اکانت مندر میں بیٹھ کر جاپ کریں کیونکہ گھر کی نسبت مندر میں بیٹھ کر ایشور بھجن کرنے کا دس گُنا زیادہ پھل ہوتا ہے۔ نیز جیسے آپنے گائتری منتر کو اپنا اشٹ منتر تصور کیا ہے ایسے ہی اپنی اچھا مطابق بھگوان کرشن یا بھگوان شو کو یا کسی اور ستوگنی دیوتا کو اپنا اشٹ بنا کر اُن سے اپنے کلیان کی پرارتھنا کیا کریں۔ آپ کو بہت سہائتا ملے گی۔ اور آپ اپنے من اور اندریوں پر جلد ہی فتح پا جائیں گے + نیز چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے اوم کا جاپ کیا کریں۔ اس سے اضطرابِ دل دُور ہو جائے گا۔

پرشن: - آپ کے "شنکا سمادھان" میں دیئے گئے سوالوں کے جوابات میں اکثر بغور پڑھتا ہوں کیونکہ ان میں روشنی کی کافی جھلک مجھے ملتی ہے۔ اور وہ کافی حد تک تسلی بخش بھی ہوتے ہیں۔ کیا آپ کرپا کر کے میرے مندرجہ ذیل سوالوں کے جوابات بھی شائع کریں گے؟ جب بھی موقعہ ملے اور رسالہ ہذا میں جگہ کی گنجائش اجازت دے۔ ان کے جوابات ضرور دینے کی کرپا کریں۔ میں ممنون ہونگا۔
ہربنس لال راملی پہاڑ گنج

سوال: - (۱) میں گیان مارگ کو پسند کرتا ہوں لیکن جب میں اہم برہم اسمی۔ اور سوہم وغیرہ کا ابھیاس کرنے بیٹھتا ہوں تو مجھے فوراً یہ شنکا اٹھتی ہے کہ جب ایک ہی چیتن آتما ہے۔ دوسری وستو ہی کوئی نہیں۔ پھر یہ چیتن ذہن کس طرح پانچ بھوت (آکاش وایو۔ اگنی جل اور پرتھوی جو کہ جڑ ہیں) بن کر پرگٹ ہو رہا ہے۔ جو کہ پرتیکش ہیں؟

جواب: - آپکے اس پرشن کے اُتر میں ایک سپنے کی مثال ہی کافی ہے۔ جب آپ سو جاتے ہیں! اور سوپن میں آپکو ایک ہی دُنیا نظر آتی ہے۔ پہاڑ۔ دریا سمندر۔ اگنی۔ وایو۔ انیک شریر۔ دوست دشمن جنم۔ مرن۔ سورگ۔ نرک۔ جڑ نار۔ پرناد۔ نباتات حیوانات جڑ جگت۔ چیتن جگت۔ گویا سب کچھ ہی آپ کو دکھائی دیتا ہے۔ آپ وہاں اُنکو ست سمجھکر ان سے وِوہار کرتے ہیں انوکول پدارتھوں سے سُکھ مانتے ہیں۔ اور پرتی کول (مرضی کے خلاف) پدارتھوں سے دُکھ بھی مانتے ہیں۔ سوپن کے سانپ سے آپ خوف کھاتے ہیں۔ اور اپنے متر سجنوں کو مل کر پرسن ہوتے ہیں۔ کیسی عجیب و غریب ہی دُنیا رچ کر آپ اُس میں غلطاں ہو جاتے ہیں۔ ہر پرکار کے سوکھشم بھوگوں کو بھوگ کر آپ وہاں سُکھ اور شانتی کا بھی انوبھو کرتے ہیں۔ اگر وہاں آپ کو پیاس نے نڈھال کیا ہو۔ اور کوئی آپ کو برف ڈالکر ٹھنڈا پانی پلا دے تو آپ اُسکے احسانمند بھی ہوتے ہیں۔ لیکن پیارے! ذرا غور تو کرو۔ کہ آخر اس سوپن کی دُنیا کو رچنے والا کون ہے۔ کیا یہ سب تمہارا ہی روپ نہیں۔ فقط اپنے آپ کو بھول کر اپنے کو ہی اور کا اور دیکھنے لگے ہو۔ اگر وہاں کوئی غیر ہے تو جاگنے پر اس کا کوئی ثبوت تو دو۔

ایسے ہی جب آپ پورن گیان کو پراپت کریں گے۔ تو آپ کو پانچ بھوتاک جگت اپنا خیال ہی پرتیت ہوگا۔ آپ کے خیال کے سوائے یہاں بھی کوئی دوسرا پدارتھ نہیں لیکن اصلی سمجھ اُسی وقت آئے گی جبکہ آپ اپنے سروپ (آتما) میں ٹھیک طور پر جاگیں گے۔ لیکن یہ یاد رکھیں کہ سوپناوی جگت میں تو صرف ایک پردہ اگیان کا ہی ہوتا ہے وہ محض آپ کے اپنے ہی خیال کا چمتکار ہوتا ہے۔ لیکن اس پنج بھوتاک جگت میں پرماتما کی شکتی (مایا) کا پردہ اور آپ کے اپنے اگیان کا دوسرا پردہ بھی شامل ہے۔ یہ جگت ایشور کے سنکلپ سے رچا گیا ہے۔ اس لئے جبتک ہم ایشوری مایا کا پردہ نیز اپنے اگیان کا پردہ دونوں ہی چاک نہ کریں گے ہم اس جگت کی ماہیت سے واقف نہیں ہونگے اور دونوں پردوں سے اُٹھ کر جب ہم برہم گیان کو پراپت کریں گے تو یہ تمام سنسار ہمیں اپنے آتما کا ایک وِورت روپ ہی نظر آئے گا۔ جس گیان کی پراپتی کے آپ خواہشمند ہیں اس کا سروپ ہی تو ہے کہ میں وہ شدھ سچدانند ہوں کہ جہاں میں اور تو کا لفظ کہنا نہیں بنتا۔ اور جس کا وورت یہ استھول جاگرت جگت اور سوکھشم سوپن جگت اور مایاوی (کارن) جگت ہیں۔ گویا پرماتما آپ ہی اپنی مایا سے ہر ایک روپ میں دکھائی دے

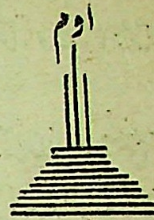
رہا ہے۔ مجھ برہم کے سوائے کوئی دوسرا نہیں ہے۔ میں ایک رس قائم بالذات اپنی مہما میں براجمان ہوں۔ بہ نظر مختلف بھید نظر آتے ہوئے بھی مجھ میں بھید واقعی نہیں آتا جیسے لہروں سے دریا میں بھید نہیں ہو جاتا۔ ویسے ہی میں سدا اکھنڈ ہوں۔ اسی درشٹی اور نشچے کا نام ہی گیان ہے۔

گیانی کا جنم کیوں نہیں ہوتا؟

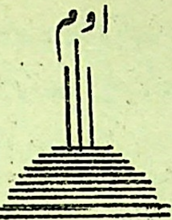
پرشن۔ وید کا واکیہ ہے کہ "رتے گیاناں نہ مکتی" گیان تو بدھی کو ہی ہوتا ہے۔ اور بدھی کا ناش شریر کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ پھر گیانی اور اگیانی کی گتی مرنے کے بعد ایک جیسی ہی ہونی چاہیئے۔ اگر گیانی کا جنم نہیں تو اگیانی کا بھی جنم نہیں ہونا چاہیئے۔

(موہن لال)

اُتر:۔ پانچ کرم اندریاں۔ پانچ گیان اندریاں اور پانچ پران اور چار انتہ کرن۔ ان تمام کا مشترکہ نام سوکھشم شریر ہے۔ انتہ کرن ہیں = من۔ بدھی۔ چت اور اہنکار ہیں۔ یہ سوکھشم شریر ہی استھول دیہہ کو چھوڑ کر پرلوک گمن کرتا ہے استھول شریر کے دواہ کر دینے پر بھی یہ سوکھشم شریر قائم رہتا ہے۔ اسی کو جیو کہا جاتا ہے۔ گیان وان منش اپنے جیون کال میں ہی گیان کو پراپت کر کے جیون مکت ہو جاتا ہے۔ اور شریر کے شانت ہونے پر سرو ویاپک پرماتما (برہم) میں لین ہو جاتا ہے اگیانی منش جب مرتا ہے۔ تو اسکے استھول دیہہ کو اگنی میں جلا کر راکھ کر دیا جاتا یا قبر میں دفنا دیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا سوکھشم شریر بدستور قائم رہتا ہے۔ کچھ سمے تک تو اس کا من اور بدھی اپنے کارن شریر (اگیان۔ شونتا بھگن سکھپتی) میں لین رہتے ہیں۔ لیکن جیسے منش گاڑھ ندرا (خواب غفلت) سے سوپن (عالم خواب) میں آتا ہے۔ اسی طرح یہ جیو مرنے کے بعد اپنے کرموں کا پھل بھوگنے کے لئے پرلوک میں جا کر اپنے سامنے دھرم راج کا ایک شاندار دربار دیکھتا ہے اور یمدوت (دھرم راج کے سپاہی) اس کو زنجیروں سے جکڑ کر اس کے اردگرد کھڑے رہتے ہیں۔ اس وقت چتر گپت (فرشتہ اجل) اس جیو کا اعمالنامہ دھرم راج کے روبرو پیش کرتا ہے۔ دھرم راج کا فیصلہ سنانے کے بعد اس جیو کو نرک یا سورگ میں بھیج دیا جاتا ہے۔ گویا اگیانی منش کا سوکھشم شریر (من بدھ چت اہنکار، گیان اندریاں اور کرم اندریاں وغیرہ) مرنے کے بعد بھی موجود رہتا ہے۔ اور دکھ سکھ بھوگتا ہے۔ لیکن گیان وان کا سوکھشم شریر (من اور بدھی یا چت جڑ گرنتھی) کا خاتمہ ہو کر محض گیان ہی گیان۔ چیتن ہی چیتن۔ یا برہم ہی برہم رہ جاتا ہے! اور یہی مکتی کا سروپ ہے۔"



ایک اونکار



(گورو بانی)

سوہی محلہ ۵ - (دھن گورو ارجن دیو جیو)

باجی گر جیسے باجی پائی ۔ نانا رُوپ بھیکھ دکھلائی
سانگ اُتار تھمیوں پاسارا ۔ تب ایکو ایک ایک اونکارا
کون رُوپ درشٹیو بنسایو ۔ کتھہیں گیو اوہ کت تے آیو
رہاؤ ۔ جل تے اُٹھے انیک ترنگا ۔ کنک بھُوشن کینے بہو رنگا
بیجُو بیج دیکھیو بہو پرکارا ۔ پھل پاکے تے ایک اونکارا
سہس گھٹاں ہیں ایک آکاس ۔ گھٹ پھُوٹے تے اوہی پرکاس
بھرم لوبھ موہ مایا وکار ۔ بھرم چھُوٹے تے ایک اونکار
اوہ ابناسی بنست ناہیں ۔ نہ کو آوے نہ کو جائیں
گورپُورے ہؤمیں مل دھوئی ۔ کہو نانک میری پرم گت ہوئی۔

انیک پرکار کے سونے کے بھوشن (زیور)

آد۔ مدھ۔ انت پربھ سوئی ۔ نانک تس بن اور نہ کوئی

جپ ایک الکھ اپار۔ پُورن ۔ تس بنا نہیں کو
بنونت نانک گور بھرم کھویا ۔ جت دیکھا تت سوئی

راگ بلاول محلہ ۵۔

ایکو رُوپ سگلو پاسارا ۔ آپے بنج آپ بیوہارا
ایسو گیان بِرلو ہی پائے ۔ جت جت جائیے تت درشٹائے
انیک رنگ نرگن اِک رنگا ۔ آپے جل آپ ہی ترنگا

آپ ہی مندر آپ ہی سیوا　　آپ پجاری آپ ہی دیوا
آپے جوگ آپ ہی جگتا　　نانک کے پربھ سد ہی مکتا

نوٹ :۔ گوربانی کو سمجھنے کے لئے ہمیں۔ گیتا۔ اُپنشد۔ برہم سوتر۔ اور دیگر ویدانت گرنتھوں کو کسی شروتری برہم نیشٹھی مہاتما سے پڑھنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس کا پاٹھ کرنا تو محض بانی کو شدھ کرے گا۔ جو کہ شبھ کرم میں شامل ہے۔ لیکن اتم گیان کی پراپتی نہیں ہوگی۔ اور اتم گیان کے بنا یہ جنم مرن روپی سنسار بنا ہی رہے گا۔ اس لئے اگر منش جنم کو سپھل کرنا ہے۔ تو شردھا پوروک کسی ایسے مہان پرش کا آسرہ ڈھونڈو۔ جو سنجمی ہو۔ یعنی جس نے اپنی اندریوں کو وش میں کر رکھا ہو۔ اور شروتری ہو یعنی جس نے وید اور شاستروں کا ادھیین کیا ہوا ہو۔ اور اُن پر شردھا رکھتا ہو۔ نیز برہم نیشٹھی ہو یعنی جسکو اپنے آتما کا دیدار ہو چکا ہو۔ اور اس کی برتی سدا اپنے سروپ میں استھت رہتی ہو۔ جس کے اپنے سب سنشے وپریے نورت ہو گئے ہوں۔ اور جگیاسو کے سنشے دور کرنے کی سمرتھا رکھتا ہو۔ جس کے اندر سنسار کی کوئی کامنا نہ ہو نہ وہ گورو بننے یا گورو ڈم چلانے کا خواہشمند ہو۔ اور نہ ہی اپنا کوئی نیا پنتھ چلانے کا ارادہ رکھتا ہو۔

محلہ ۱۔ اونکار برھما اُتپتی۔ اونکار کیا جن چت۔ اونکار سب جگ بھئے
اونکار وید نرمئے۔ اونکار شبد اُدھرے۔ اونکار گور مکھ ترے

نوٹ۔ اونکار کی صحیح اور مکمل ویاکھیا۔ مانڈوکیہ اُپنشد میں ہی مل سکتی ہے۔ کاش کہ ہم لوگ اپنی وید ودیا کو گرہن کریں۔ اور ناستکتا یعنی مغربی تعلیم اور مغربی تہذیب کو خیرباد کہیں۔ تاکہ ہمارا منش جنم سپھل ہو۔ ورنہ سوائے دکھ اور پریشانیوں کے کچھ حاصل نہ ہوگا بلکہ ادھیاتمک ادھی بھوتک اور ادھی دیوک تینوں تاپ ہمارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ جیسا کہ گورو مہاراج فرما گئے ہیں۔

پرمیشر توں بھلیاں ویاپن سبھے روگ

(نانک)

اوم قسط ۵

برہم گیان اور آہنگرہ اپاسنا

(مہاتما بھاگ مل جی)

اس سلسلہ میں اُپنشد میں رشی یاگیہ ولکیہ میترے سے کہتے ہیں۔

" اے میترے میں تجھ سے یوں نہیں کہتا ہوں بلکہ یہ امر یقینی ہے کہ وہ آتما جس کے ساتھ ملنے سے جسم میں حرکت پیدا ہوتی ہے عرفانی ہے جب وہ جسم سے الگ ہو جاتا ہے تب اُس (جسم) کو کچھ بھی علم نہیں رہتا اگر کوئی آتما جسم سے الگ نہ ہو تو کس کے ساتھ ملنے سے جسم میں جان آتی ہے۔ اور کس کے جُدا ہونے سے وہ بے جان ہو جاتا ہے؟ جیسے بغیر سہارے کے سہارا رکھنے والا بغیر علت کے معلول، بغیر کل کے اجزا بغیر فاعل کے فعل نہیں ہو سکتا۔ ویسے ہی بغیر آتما کے یہ جسم نہیں رہ سکتا۔ یہ جسم اور آتما کے درمیان رشی کا قطعی فیصلہ ہے۔ یہ جسم اصل انسان نہیں ہے"

تم خود حقیقت ہو تم خود معراج تمنا ہو ذرا اپنے روپ کو تو دیکھو اس سلسلہ میں علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں زمینوں میں — وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں
حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی — مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

جو لوگ اپنے سے الگ بھٹک کر خدا کی یاد میں سرگرداں ہیں اُنہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ اپنی ذات یا اپنے مرکز (آتما) سے دُور ہو کر جتنی تلاش کرینگے اُتنے ہی وہ گمراہ ہوتے جائینگے اپنے مرکز یا ذات آتما میں قائم ہو جاؤ۔

صوفی شمس تبریزی بھی یہی کچھ کہتے ہیں۔

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید — معشوق ہمیں جاست بیائید بیائید
چیزیکہ نہ کردید گم از بہر چہ جوئید — کس غیر شما نیست شمائید شمائید

ترجمہ۔ (۱) اے حج کو جانے والو! کہاں ہو! کہاں ہو! معشوق تو اسی جگہ ہے۔ آؤ! آؤ!
(۲) جس چیز کو تم نے کھویا ہی نہیں اُس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے ہو۔)

ایسے ہی اور مہاتما فرماتے ہیں۔

جو ڈھاوے سو کبھی نہ پاوے
دوڑت دوڑت دوڑیا جب لگ من کی دوڑ۔ دوڑ تھکے من بھتر بھیا وستو ٹھور کی ٹھور
کبیر

سب کچھ گھر میں باہر ناہیں۔ باہر ڈھونڈے سو بھرم بھلائیں۔ (گورو نانک دیو جی)

ڈھونڈو جتنی خاک چھانتے پھرو۔ آخر یہ کہنے پر مجبور ہو جاؤ گے

مکّے گئے مدینہ گئے کربلا گئے — جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس بھی آ گئے

متھرا گئے پوری گئے دوارکا گئے — جیسے گئے تھے ویسے ہی واپس بھی آ گئے

حضرت بلھے شاہ قصوری

ہُن ہیر رانجھے دے ہو گئے میلے بھُلی ہیر ڈھونڈی بیلے

رانجھا یار بغل وچ کھیلے، سُدھ نہ رہیا سرت سنبھال

ایسے ہی ایک اور با کمال صوفی فرماتے ہیں۔

حق توئی خود را تو مے جوئی کجا

خویش را بشناس تا یابی خدا

ترجمہ۔ تُو خود بخود ہی حقیقت ہے اُسے کدھر تلاش کرتا ہے؟ اپنی اصلیت (ذات) کو پہچان تاکہ تجھے حق کا ملاپ ہو۔)

خدا یا ذات کو اپنے سے باہر تلاش کرنا ایسی ہی بیوقوفی اور نادانی ہے جیسے اپنے گھر میں کھوئی یا گُم شُدہ سُوئی کو گلیوں میں محض اس لئے تلاش کرتے پھرنا کہ گھر میں اندھیرا ہے اور اُس سے باہر روشنی ہے۔" مہرشی وششٹ جی نے بھگوان رام کو کہا تھا کہ "آنکھ کے کھولنے اور بند کرنے میں یا پھول کو توڑنے میں کچھ نہ کچھ دیر لگتی ہے مگر آتم پراپتی میں کچھ بھی دیر نہیں لگتی کیونکہ اس سے کبھی جُدائی ہوئی نہیں ہے۔ آتما یا ذات سب کو پراپت ہے۔ اور سب سے پہلے اور سب سے بڑھ کر پرگٹ ہے ہم سب کے سب آتما ہیں سدا جیتے اور بود و باش رکھتے ہیں جیسا کہ امریکہ کے مہاتما ایمرسن فرماتے ہیں۔

WE LIE IN THE LAP OF IMMENCE INTELLIGENCE

(ترجمہ:۔ ہم بے اندازہ فراست (آتما) کی گود میں لیٹے رہتے ہیں۔)

اپنی آتما کی جانب کسی قسم کی جسمانی، یا خیالی، یا جذباتی بھاگ دوڑ عبث اور بے معنی ہے۔ اُس کی ہستی سے انکار کے برابر ہے۔ کیونکہ ہم جہاں کہیں بھی ہیں۔ برہم ہی برہم یا ذات ہی ذات ہے جو لاغیر اور لامحدود ہے اُس کی جانب بھاگ دوڑ کا سوال ہی نہیں اُٹھتا۔ اُسکی تلاش کی ضرورت نہیں محض خودی سے بالاتر ہونے اور پُورن پہچان کی ضرورت ہے۔ ایک باکمال مہاتما نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

جیہڑا بن کے ڈھونڈن لگا ارتبا گے توں اگے اسدا ۔ آپ گنوائے تاں آپنے پائے وہ بلدا ہسدا ہسدا

ایسے ہی تم (آتما) پہلے اور اسکی روشنی اور پرکاش ہیں اور گرد کی دُنیا دیکھی جاتی ہے اور ان دیکھی دنیاؤں (عاقبت یا پرلوک) اور بھگوان کے متعلق خیالات سُوجتے ہیں اگر تم (آتما) نہ ہو گے تو اُن کے معنی ہی کیا ہوں گے۔ اس

ذات پاک آتما کو بھول کر ہم اپنے حواس اور من کے ذریعے دُنیا کو محسوس اور خدا کا قیاس تو کر سکتے ہیں۔ مگر اپنے اصلی سروپ (آتما) کا پُورن گیان (تتو گیان) حاصل نہیں کر سکتے

سوئتہ سدھ - آتما کے ساکشات کار کرنے کے سلسلہ میں ہر قسم کے خیالات ایک قسم کے پردے ہیں وہ آتما کو ہرگز ہرگز درشن نہیں کر سکتے۔ چونکہ آتما سوئم پرکاش ہے وہ کسی قسم کے سادھن سے سدھ ہونے کی بجائے وہ خود اپنے آپ سے سدھ ہوتا ہے۔ جیسے سُورج دیوتا کبھی چراغ سے سدھ کرنے کی کوشش فضول ہے ایسے ہی آتما یا ذات کو کسی دلیل یا سادھن سے ثابت کرنے کی جدوجہد اور کوشش لاحاصل اور بے سُود ہے۔ شاید قطب اپنی جگہ سے ٹل جائے تو ٹل جائے، سمندر جگنوؤں کی دُم سے جل جائے تو جل جائے سُورج وقت سے پہلے غروب ہو جائے تو ہو جائے اور ہمالیہ پہاڑ ہوا کی ٹھوکر سے کھسل جائے تو کھسل جائے مگر انسانی خیال اور تصوّر کی ذات آتما تک رسائی نہیں کیونکہ ذات آتما تو ہر تصوّر، ہر خیال ہر جذبے ہر تمنّا، ہر خواہش ہر دلیل وغیرہ کی جڑ میں پہلے ہی موجود اور روشن ہے اور یہ سب کے سب اسی سے ہستی اور روشنی پاتے ہیں۔ جب تک سورج کی کرنیں آنکھ کے اندر پہونچکر اس کو روشن نکریں وہ سورج کو کیونکر دیکھ سکتی ہیں۔ بعینہ جب تک ذات برہم یا آتما کی کرنیں انسانی حواس اور ذہن کو روشن نکریں۔ اُن میں اپنے مخصوص افعال (دیکھنے جاننے تصوّر کرنے سوچنے سمجھنے وغیرہ) کرنے کی طاقت ہی کہاں ہے؟ انہیں ذات آتما کی ہستی کا خیال ہی کس طرح آسکتا ہے۔ اس لئے سوئتہ سدھ (بذات خود قائم دائم) اور سوئتہ پرکاش (بذاتِ خود روشن اور منوّر) ذات کو دلیل یا کسی قسم کے سادھن تصوّر وغیرہ سے ثابت کرنا محض جہالت اور اس سے انکار ہی ہے اُسکے متعلق کچھ کہنا یا نام ونشان قائم کرنا محالات سے ہے اگر میں کچھ کہتا ہُوں تو زبان لڑکھڑاتی ہے۔ رُوح لرزتی ہے اور دل دھڑکتا ہے۔

جُملہ اقسام کے سادھنوں میں من کو قائم اور بحال رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر آتما کو انوبھو کرنے کیلئے من کو چھوڑ کر آگے چلنا پڑتا ہے جہاں اُس کی مطلق گنجائش نہیں۔ جب کسی طرح انسان کو اپنے حقیقی سروپ (آتما) کا سچّا گیان ہو جاتا ہے۔ تو پھر من اور اُس کے خیالات کا سب گورکھ دھندا دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں آتما یا ذات کا انوبھو نہیں ہو سکا وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ آتم جیوتی تو سدا روشن ہے۔ اس میں طلوع اور غروب بالکل نہیں۔ اُنہیں وچار کرنا ہوگا کہ کس کو آتم انوبھو نہیں ہو رہا؟ وچار میں ڈبکی لگانے پر معلوم ہوگا جس ہستی کو انوبھو نہ ہونے کا خیال ہو رہا ہے وہی تو تمہارا اپنا آپ پرگٹ ہے جب تم یہ کہتے ہو کہ مجھے انوبھو نہیں ہو رہا ہے تب بھی تمہیں انوبھو ہو رہا ہے۔ مگر تمہیں اچھی طرح اُس کی پہچان نہیں آتما یا ذات ہر قسم کے گیان سے پہلے ہی حاضر و ناظر یا موجود ہے۔

ذات کا انکار بھی اقرار کی صورت پکڑ جاتا ہے۔ اگر کوئی عقل کا اندھا اپنے نہ ہونے کو ثابت کرتا ہے تو وہ بے خبری میں اپنے آپ کو ہی ثابت کرتا ہے کوئی شخص کہے کہ میرے مُنہ میں زبان نہیں تو وہ اپنے اس کلام سے اپنی زبان کو ہی ثابت کر رہا ہے کہ اس کا یہ کہنا "میرے مُنہ میں زبان نہیں" زبان کا قطعی ثبوت ہے۔ بقول مہابھارت

ہم اپنی فنا کا تصوّر یا خیال کریں تو اپنی فنا کے آپ ہی ناظر ہوں گے۔ فنا کے تصوّر کو تجربہ کرنے والی ہستی سے کہاں بھاگ کر جائیں گے جس طرح سورج کو تہ و بالا کرنا مشکل ہے۔ ایسے ہی بذات خود منوّر ہستی سے انکار کرنا مشکل ہے۔

کوئی بھی خیال اُٹھے وہ خود نورِ حقیقت یا آتم جیوتی سے منوّر یا روشن ہوتا ہے۔ اگر کوئی انسان اگیان یا اودّیا میں اگر اپنے مُنہ سے بہکی بہکی باتیں کہتا ہے "میں نہیں ہوں"، "میں عدم محض ہوں"، تو اس کے اس کہنے میں اسکی ہستی اس کی ذات اظہر من الشمس ہے۔ ذرا خیال تو کر دیکھو "میں نہیں ہوں" اس خیال کو روشنی دینے والا یا پرکاش کرنے والا تو تمہارا اپنا آپ قائم بالذات رہیگا تمہارے جسم (من بدھی) کے جڑ ہونے کے کارن تو یہ خیال اُٹھ ہی نہیں سکتا کہ میں جسم ہوں۔ اس لیئے ہر قسم کا خیال خواہ وہ اقرار کا ہو یا انکار کا۔ آپکی ذات سے ہی منوّر ہوتا ہے۔ تمہاری ہستی، تمہاری آتما کسی دلیل یا برہان یا سند یا حجت یا کسی قول کی محتاج نہیں ہے اگر جرأت اور حوصلہ ہو تو اس سے انکار کرو۔ تم (آتما) نہ ہوتے تو کیا ہوتا؟ کچھ نہ ہوتا کسی قسم کا خیال نہ اُٹھ سکتا۔

"عین ہستی خود توئی پس از تو چوں مُنکر شوئم حجت ہستی تست ایں ہستئ انکار ما"

(جب عین ہستی تو خود بجُود حاضر ناظر ہے پھر ہم تجھ سے کیسے مُنکر ہو سکتے ہیں جب کہ یہ انکار بھی تری ہستی کے سلسلہ میں ایک اقرار کی صورت رکھتا ہے)

"اے غنی ذات تو از اقرار و از انکار ما"

(تیری ہستی ہمارے ذاتی انکار اور اقرار سے اُوپر ہے)

(جاری رہیگا)

زندگی کا لطف کہاں ہے

(ایش چندر شرما)

یہ مضمون روس کے مہاتما ٹالسٹائی نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں لکھا تھا۔ جسے اُنکا حاصلِ زندگی سمجھا گیا ہے۔

اب میں وداع ہونے کے وقت (اس عُمر میں) اپنے بھائیوں کے ساتھ ہر ایک مُلاقات ایک الوداعی ملاقات ہے آپ کو مختصر طور پر یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ لوگوں کو کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ تاکہ یہ زندگی ایسی مصیبت ناک اور تلخ نہ ہو جیسی کہ عام لوگوں کو معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی بابرکت اور فرحت آمیز ہو جیسی کہ خُدا اور سب انسان چاہتے ہیں۔

سب کچھ اس بات پر منحصر ہے کہ انسان اپنی زندگی کو کس نظر سے دیکھتا ہے اگر کوئی شخص زندگی کو وُہ زندگی خیال کرتا ہے جو اُسے رام شام یا موتی کے ناموں پر اس کے خاص جسم میں ملی ہے! اور یہ یقین کرتا ہے کہ اس زندگی کا مقصد کلی صرف یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ خوشی، حظ اور سرور کو جو اس خاص شخصیت رام شام یا موتی کے لئے حاصل ہو ممکن ہے حاصل کرے تب ہر ایک شخص کے لئے زندگی ہمیشہ ہی ناخوشگوار اور کڑوی رہے گی۔

زندگی کے ناخوشگوار اور تلخ ہونے کا سبب یہ ہے کہ جن چیزوں کو ایک شخص حاصل کرنا چاہتا ہے اُنکو ہر ایک دُوسرا شخص بھی چاہتا ہے۔ اور چونکہ ہر ایک شخص مطلوبہ چیزوں کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں حاصل کرنا چاہتا ہے اور سب لوگوں کی مطلوبہ اشیاء وہیں کی وہیں ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ سب کے سب کبھی تسلّی نہیں پا سکتے۔ اس لئے اگر ہر شخص اپنے لئے ہی جیتا ہے۔ تو لوگ ایک دوسرے سے چھیننے باہم لڑنے اور غصّے ہونے سے کبھی باز نہیں رہ سکتے اور اس طرح ان سب کی زندگی ناخوش ہو جاتی ہے۔

پس ان لوگوں کی زندگی جن میں سے ہر ایک فرداپنی زندگی کو اپنے جسم کے اندر ہی محدود خیال کرتا ہے صرف ناخوش ہی ہو سکتی ہے۔ آج کل عام طور پر یہی حال ہے۔ مگر زندگی خوش ہونی چاہیئے۔ یہ ہمیں بطور ایک برکت کے ملی ہے اور ہمارے دل اس صداقت کو محسوس بھی کرتے ہیں۔ لیکن زندگی کے پُرسرُور ہونے کے لئے لوگوں کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ ہماری زندگی کسی طرح بھی جسم کے اندر بند نہیں ہے۔ بلکہ اس رُوح (آتما) سے تعلق رکھتی ہے۔ جو ہمارے جسم میں جیتی ہے! وہ ہماری بھلائی اس بات میں نہیں۔ کہ جسم کے لئے جیئیں اور اسکی ضروریات کو پُورا کرتے رہیں۔ بلکہ اس بات کے کرنے میں ہے جو ہماری آتما جو ہم سب کے اندر ایک اور ایک ہی ہے۔ چاہتی ہے۔ اور رُوح صرف روحانی بھلائی چاہتی ہے اور چونکہ سب کے اندر ایک ہی آتما ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آتما سب کی بھلائی چاہتی ہے۔ سب کی بھلائی چاہنا سب کے ساتھ پریم کرنا ہے! اور منش ماتر سے پریم کرنا ہی ایک ایسی شے ہے۔ جس کو کوئی شخص یا کوئی شے روک نہیں سکتی انسان جس قدر پریم کرتا ہے۔ اُس کی زندگی اُسی قدر آزادی اور خوشی میں ترقی کرتی ہے۔

اس سے ظاہر ہے۔ کہ انسان خواہ کسی قدر کوشش کرے وہ اپنے جسم کو سیر نہیں کر سکتا۔ چونکہ جسم جو کچھ چاہتا ہے وہ سدا

حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر حاصل بھی ہو جائے تو دوسروں کے ساتھ لڑائی پیدا کرتا ہے۔ ہاں روح کو تسلی دینا سدا ہی ممکن ہے۔ روح کی خوراک محبت ہے۔ اور محبت کے اصول کیلئے کسی کے ساتھ لڑنے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے نہ صرف دوسروں کے ساتھ جدو جہد نہیں کرنی پڑتی۔ بلکہ انسان جس قدر محبت کرتا ہے۔ اُسی قدر وہ دوسروں کے ساتھ متحد ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے پریم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور انسان جسقدر زیادہ محبت کرتا ہے۔ اُسی قدر ہی وہ نہ صرف آپ خوش اور مسرور ہوتا ہے۔ بلکہ دوسروں کو ایسا ہی بناتا ہے۔

پیارے بھائیو! یہی بات ہے جو میں وداع ہونے کے وقت آپ لوگوں سے کہنا چاہتا ہوں یہی بات ہے جو تمام سنتوں۔ رشیوں جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں۔ اور دنیا بھر کے تمام داناؤں نے کہی ہے۔ یعنی یہ کہ ہم خود اپنی زندگی کو مصیبت ناک بناتے ہیں۔ اور جس طاقت نے ہمیں دنیا میں بھیجا ہے۔ اور جس کو ہم ایشور اور خدا کہتے ہیں۔ اُس نے اس غرض سے نہیں بھیجا کہ ہم دکھ سے تڑپا کریں۔ بلکہ اس لئے کہ جس خوشی کا پیاسا ہمارا دل ہے۔ اُس کو حاصل کریں اور اس خوشی سے ہم صرف اسی حالت میں محروم رہتے ہیں۔ جب کہ ہم زندگی کے معنی نہیں سمجھتے اور وہ کام نہیں کرتے جو ہمیں کرنا واجب ہے۔

ہم زندگی کی شکایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ زندگی کا بیرونی بندوبست ٹھیک نہیں ہے۔ اور یہ بات نہیں سمجھتے کہ زندگی کا بندوبست خراب نہیں بلکہ ہمارا عملی زندگی نادرست ہے۔ یہ شکایت بعینہٖ ویسی ہی ہے کہ ایک شرابی اپنی مے خوری کے لئے شراب خانوں کو تہمت لگانے لگے۔ حالانکہ اصلی بات یہ ہے کہ شرابیوں کے سبب سے شراب خانوں کا وجود قائم ہے۔

زندگی تو ایک برکت ہے بشرطیکہ اس کا ویسا ہی استعمال کیا جائے۔ جیسا کہ کرنا واجب ہے۔ اگر لوگ صرف یہی کریں کہ ایک دوسرے سے نفرت کی بجائے محبت کیا کریں۔ تو سب کے لئے زندگی ایک لگاتار برکت ہو جائے۔

اب ہر طرف سے یہی آواز اُٹھ رہی ہے کہ زندگی کا انتظام ٹھیک نہ ہونے کے سبب سے ہم سب دُکھی ہیں اور اگر اسکا عمدہ بندوبست کر دیا جائے تو ہماری زندگی فرحت آمیز اور شاندار ہو جائے گی۔

پیارے بھائیو! اس بات کو ہرگز تسلیم نہ کرو۔ مت خیال کرو کہ تمہاری زندگی اس یا اُس انتظام سے بھلی یا بُری ہو سکتی ہے۔ میں اس بات پر ہرگز بحث نہیں کرونگا۔ کہ جو لوگ بہتر زندگی کی تجاویز میں مصروف ہیں۔ خود آپسمیں اختلاف رکھتے ہیں۔ اور لڑتے جھگڑتے ہیں۔ بعض ایک انتظام کو بہترین خیال کر کے پیش کرتے ہیں۔ دوسرے اسی کو بدترین سمجھتے ہیں۔ اور اپنی تجویز کو بھلائی کا ذریعہ واحد خیال کرتے ہیں تیسرا گروہ انکی تجویز کی تردید کرتا ہوا ایک اور نئی تجویز پیش کرتا ہے۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی بہترین انتظام ہو اور ہم سب اس امر پر متفق ہو جائیں کہ یہی انتظام بہترین ہے۔ پھر ہمارے پاس کونسی طاقت موجود ہے جو لوگوں کو اس انتظام کے موافق زندگی بسر کرنے کے لئے تیار کریگی؟ اور جبکہ لوگ خراب زندگی بسر کرنے کے لئے عادی ہو رہے ہیں وہ ایسی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس انتظام کو قائم رکھنا کس طرح ممکن ہوگا۔؟

اب ہم خراب زندگی کے عادی ہو رہے ہیں۔ اور اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ ہم جس کام کو ہاتھ میں لیتے ہیں اُسے بگاڑ بیٹھتے ہیں لیکن اس پر ہم کہتے ہیں۔ کہ جب بیرونی بندوبست ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا۔ تو ہم بھی اچھی طرح زندگی بسر کرنے لگیں گے لیکن

جس حالت میں لوگ خراب ہوں انتظام کیونکر اچھا ہو سکتا ہے۔؟

اس طرح اگر زندگی کا کوئی بہترین آرگنائزیشن بھی ہو جائے تو اس کو قائم کرنے کے لئے لوگوں کو خود بہتر بننا پڑے گا کیونکہ تم اپنی موجودہ خراب زندگی کے علاوہ اچھی زندگی کا وعدہ کرتے ہوئے اُسکو عملی صورت دینے کے لئے لوگوں پر جبر اور اُنکے قتل کو روا رکھتے ہو۔ دوسرے الفاظ میں اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ تم اس حالت میں ایک اچھی زندگی کا وعدہ کرتے ہو۔ جبکہ تمہاری زندگی موجودہ حالت سے بھی بدتر ہو جائے گی۔

پیارے بھائیو! اس بات کو کبھی نہ مانو۔ زندگی کی بہتری کی صرف ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ لوگ خود بہتر ہو جائیں۔ اس حالت میں زندگی اپنا انتظام آپ کر لے گی۔ جو نیک لوگوں کے عین موزوں ہوگا۔

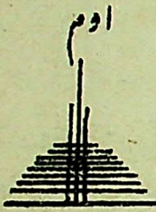
زمانۂ قدیم سے دُنیا میں ایک دھوکا پھیلا ہوا ہے۔ کہ اچھے قوانین کی مدد سے خراب آدمیوں کے ذریعے بھی اچھی زندگی کا بندوبست ہو نا ممکن ہے۔ یہ بات ایسی ہے جیسے کہ خراب گندم سے عمدہ روٹی کی اُمید کیجائے۔ اس دھوکے نے بہت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اب تک ابھی پہنچا رہا ہے۔ پہلے زمانہ میں اس دھوکے کی اشاعت حکام لوگوں کی بدولت ہوتی رہی ہے جو یہ ظاہر کرتے آئے ہیں۔ کہ وہ کئی قسم کے جبر۔ جائیداد چھیننے قید کرنے اور پھانسی دینے سے خراب لوگوں سے امن اور نیک سوسائیٹی پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اب بھی تبدیلی پسند لوگ یہی چاہتے ہیں۔ اور تمہیں اس تحریک میں حصّہ دار بنانے کے خواہشمند ہیں۔

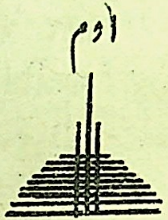
پیارے بھائیو! اس دھوکے کے سامنے سرمت جھکانا۔ جو کام۔ وزراء پولیس مین اور دوسرے عہدہ دار لوگ اپنے خراب کام کرتے ہیں تم اپنے آپ کو پاک رکھو اور تشدد کے اُن کاموں میں حصّہ دار مت بنو جنکی طرف تبدیلی پسند لوگ تمہیں ترغیب دلاتے ہیں۔ تمہاری اور سب لوگوں کی نجات زندگی کے جابرانہ اور گنہگارانہ بیرونی بندوبست میں نہیں ہے بلکہ اپنی رُوح کا ٹھیک ٹھیک انتظام کرنے میں ہے۔ صرف اسی طریق پر ہر ایک شخص اپنے اور دُوسروں کیلئے بڑی سے بڑی خوشی اور بہترین انتظام زندگی حاصل کر سکتا ہے۔ وہ سچّی خوشی جس کے لئے ہر ایک دل بیقرار ہے۔ آنے والے زمانہ کے کسی بیرونی انتظام سے جو جبر پر مبنی ہو حاصل نہیں ہو سکے گی۔ بلکہ اب سب کو اسی جگہ ہر دم بلکہ مرتے وقت بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور صرف پریم سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ خوشی ہمیں شروع سے ہی مل چکی ہے۔ مگر لوگوں نے نہ تو اس کو سمجھا ہے اور نہ ہی قبول کیا ہے۔ لیکن اب ایسا وقت آن پہنچا ہے۔ کہ ہم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ اب ہم سب کی نجات اس بات کو تسلیم کرنے میں ہے کہ ہماری سچّی زندگی ہمارے جسموں میں نہیں بلکہ پرماتما میں ہے۔ جو ہمارے اندر موجود ہے۔ اور اسلئے یہ تمام کوششیں جو اب تک جسمانی بہتری شخصی یا تمدّنی کیلئے ہوتی رہی ہیں۔ اب صرف ایک بات میں خرچ کیجائیں جو سچ مچ ضروری اور لازمی ہیں۔ وہ صرف یہ کہ ہر ایک انسان میں محبّت کو بڑھایا اور مضبوط کیا جائے۔ محبّت صرف اُن لوگوں کے لئے نہیں جو ہم سے محبّت کرتے ہیں بلکہ سب کے لئے اور خاصکر اُن لوگوں کے لئے جو اجنبی ہیں۔ اور ہم سے نفرت کرتے ہیں۔

مگر موجودہ زندگی اس آدرش سے اس قدر دُور ہے۔ کہ اپنی تمام کوششوں کو دنیاوی معاملات کی طرف سے ہٹا کر صرف محبّت کے بغیر مرئی۔ خلاف عادت کاروا حد میں لگانا پہلے پہل امر ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

لیکن حقیقت میں یہ بات نہیں ہے۔ سب انسانوں اور خاصکر اُن لوگوں سے جو ہم سے نفرت کرتے ہیں محبّت

کرنا انسانی روح کیلئے اپنے پڑوسیوں کے ساتھ لڑنے اور اُن سے نفرت کرنیکی نسبت بدرجہا زیادہ قدرتی اور طبعی امر ہے۔ آجکل نہ صرف ہمارے تصوّر زندگی میں تبدیلی ناممکن نہیں۔ بلکہ موجودہ تلخ زندگی کو جس میں ہم سب کے سب ایک دوسرے کی مخالفت پر تُلے ہوئے ہیں۔ جاری رکھنا ناممکن ہوگیا ہے۔ نہ صرف یہ تبدیلی ناممکن نہیں۔ بلکہ تصوّر زندگی کی ایسی تبدیلی ہی لوگوں کو موجودہ مصائب سے نجات دے سکتی ہے۔ اور اسلئے اس تبدیلی کا جلد ہی یا بدیر وقوع میں آنا اٹل ہے۔





محبّت

از کرشن چندر۔ روی۔ کوٹلہ مبارک پور رشی نگر نئی دہلی)

کسی تے نہ سمجھا کسی تے نہ مانا — ہے پل پل میں کروٹ بدلتا زمانہ
نہیں جانتے گر کسی کو ہنسانا — کسی دل کو پھر ٹھیس بھی نہ پہنچانا
یہ ہر چار سُو آج کانٹے ہیں بکھرے — سنبھل کر ذرا قدم اپنا اُٹھانا
فضا ہر طرف ہے زمانے کی بگڑی — بُرائی سے دل کو ہمیں ہے بچانا
کرو غیر پر نہ کبھی نکتہ چینی — ہمیں صاف دل یہ ہے اپنا بنانا
جسے دیکھو ہے وہی زر کا بھوکا — ہوس اور نفس کا نہیں کچھ ٹھکانا
بہاروں کا موسم چلا آرہا ہے — چمن میں نئے پھول پودے لگانا
محبّت کی دُنیا ہے ایسی نرالی — محبّت سے جھکتا قدم پر زمانہ
بظاہر بنیں دوست باطن میں دُشمن — اِنہی دشمنوں سے ہے خود کو بچانا
مخالف ہوا اور کشتی بھنور میں — مگر پھر بھی کشتی کنارے پہ لانا
اگر ہو سکے تو بھلائی کئے جا — دُکھی دل روی تو کبھی نہ دُکھانا

نویدن۔ رسالہ اوم کا سالانہ چندہ مبلغ بارہ روپئے ۱۲/- بذریعہ منی آرڈر بھیجکر ہمیں بذریعہ کارڈ مطلع کریں۔ تاکہ محکمہ ڈاکخانہ کی غفلت سے اگر ہمیں آپ کی رقم دیر سے ملے تو ہم وی پی نہ کراویں۔ گذشتہ سال کے تلخ تجربہ کی بناپر ہم اوم کے سرپرستوں کی سیوا میں نویدن کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنا نئے سال کا چندہ دسمبر کے پہلے ہفتہ میں ضرور ارسال کردیں۔ تاکہ یہ رقم بھگت گاتھا نک کے ڈسپیچ کرنے سے پہلے ہمیں مل سکے۔ دھنیہ واد۔ مینیجر

قسط دوئم

سروُدھرم سار

اوم

(پروفیسر کرپال سنگھ جی ایم اے)

یوگ واشِشٹ میں لکھا ہے۔

मनसेदं शरीरं हि स वासनार्थं प्रकल्पितम् ।
कृमिकोश प्रकारेण स्वात्म कोश इव स्वयम् ॥

من نے یہ شریر اپنی واسنائیں پوری کرنے کیلئے رچا ہے۔ جس طرح ریشم کا کیڑا خود ہی اپنے مُنہ سے ریشم نکال کر اپنے گرد ایک خول بنا لیتا ہے اور نتیجے کے طور پر خود ہی ختم ہو جاتا ہے"۔

اگر بندھن کا کارن من ہے تو مکتی کا کارن بھی من ہی ہے۔ اسکی دھارا جب نفی کی طاقت NEGATIVE POWER کے ساتھ جڑتی ہے تب یہ سنسار روپ میں پرگٹ ہوتا ہے اور جب مثبت کی طاقت POSITIVE POWER کے ساتھ جُڑتی ہے تب سار رُوپ گرہن کر کے اپنے سروت پرماتما میں لین ہو جاتا ہے۔ 'سُندر' جی نے فرمایا ہے۔

جب من دیکھے جگت کو جگت رُوپ ہوئے جائے
"سُندر" دیکھے برہم کو تب من برھم سمائے

من کے دیکھنے کا زاویہ بدلنے کی ضرورت ہے۔ اب یہ جگت کو مکھیہ رُوپ سے دیکھ رہا ہے اور برھم کی طرف سے لاپرواہ ہے۔ مہاپرش سنسار کے کلیان کے لئے یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا من برھم کو مکھیہ روپ سے دیکھے اور سنسار کے ساتھ صرف اپنا کرم بھگتان کرنے کے لئے کارج ماتر ہی تعلق رکھے۔ اس طرح انسان آہستہ آہستہ چھُٹکارا پانے یا مکتی پراپت کرنے کا ادھکاری ہو سکتا ہے تب وہ اس لوک میں آنند کو پراپت کرتا ہے اور پرلوک میں پرمانند (مکتی) کو حاصل کرتا ہے۔

اس لکش کو پراپت کرانے کے لئے مہاپُرشوں نے۔ گُروؤں۔ اوتاروں یا پیغمبروں نے کچھ سدھانت بنائے وہ سدھانت دھرم کے لکشن کہے جاتے ہیں۔

سو تھوڑے شبدوں میں دھرم کا ارتھ یا تو سنچا الک شکتی۔ پرم اُدھار (پرماتما) ہے۔ یا وہ سدھانت ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان اُس شکتی کے ساتھ رابطہ قائم کر سکے اور انتم رُوپ میں اُس میں لین ہو کر اُسی کا رُوپ ہو سکے۔

اس طرح 'سادکتاولی' میں دھرم کے دس لکشن بتائے گئے ہیں۔ جن پر عمل کر کے انسان دونوں لوکوں میں سُکھی ہو سکتا ہے۔

"کشما۔ اہنسا۔ دیا۔ مردو۔ ست بچن۔ تپ۔ دان۔ شیل۔ شوچ۔ ترشنا بنا۔ دھرم لنگ دس جان،،
"اپنے پرتی کسی کی برائی کو بھول جانا۔ من بچن کرم سے کسی کو دکھ نہ دینا۔ دیا بھاو۔ میٹھا بولنا۔ سچ بولنا۔
سردی گرمی مان اپمان وغیرہ کو برداشت کرنا۔ جیووں کے کلیان کے لئے اپنی کمائی سے کچھ دینا۔ شبھ آچار۔ دیوہار
شریک صفائی اور ترشنا رہت ہونا۔ دھرم کی یہ دس نشانیاں ہیں۔

غور سے دیکھیں تو یہ لکشن ساماجک اور ادھیاتمک دونوں پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں۔ مکمل انسان یا دھرم میں پروین وہی شخص کہا جا سکتا ہے جس کے دونوں پہلو مکمل ہوں کیونکہ دھرم کی مندرجہ بالا تعریف کے مطابق یہ لوک و پرلوک دونوں کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ دونوں میں ہمیں سکھی بناتا ہے۔ دھرم کے اوپر بتائے ہوئے پہلے نو لکشن انسان کی سماجک زندگی اور نجی زندگی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور آخری لکشن (یعنی ترشنا رہت ہونا) مکتی کے ادھکاری بننے یا پرلوک میں آنند پراپت کرنے کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اگرچہ اس لوک میں بھی اس گن کو گرہن کرنے والا شخص باقی نو گنوں کو خود بخود اپنا لیتا ہے۔ ترشنا رہت انسان ہر ایک کو کشما کر دیتا ہے۔ اہنسا وادی ہوتا ہے۔ سب پر دیا کرتا ہے اور باقی سارے گن اس میں اپنے آپ آجاتے ہیں۔

ایکدم کسی چمتکار سے تو ترشنا رہت بنا نہیں جا سکتا۔ اسکے لئے بھی پہلے نو لکشنوں کو آہستہ آہستہ ابھیاس کر کے عملی جیون میں ڈھالنا پڑتا ہے۔ سنسکاری جیووں کے لئے یہ کام بہت آسان ہو جاتا ہے باقیوں کو ابھیاس کر کے سنسکار بنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسکے لئے سب سے بڑا سادھن من اور اندریوں پر قابو پانا ہے۔

بدھ دھرم نے "اہنسا پرمو دھرما،، (آہنسا ہی سب سے بڑا دھرم ہے) کا نعرہ لگایا۔ یہ ٹھیک ہے کہ اہنسا کو اپنانے سے دھرم کے لگ بھگ سب نیم اپنائے جاتے ہیں۔ لیکن جب تک ترشنا قائم ہے۔ اہنسا بھی کہاں اپنائی جا سکتی ہے۔ ترشنا کو ختم کرنے کے لئے من پر قابو پانا لازمی ہے۔ چت ورتیوں کا نرودھ ضروری ہے۔ سنسار کے ہر ایک دھرم کا یہ ایک مول سدھانت ہے۔

اصل میں ہر ایک دھرم ایک "یوگ" کے روپ میں چالو کیا گیا۔ 'یوگ' کا ارتھ ہے ملاپ یا جڑنا۔ پرماتما کے ساتھ ملاپ کرنے کا سادھن اپنے اپنے ڈھنگ سے ہر ایک دھرم بتاتا ہے۔

مہارشی پاتنجلی نے "یوگ درشن" کے شروع میں چت ورتیوں کے نرودھ کو ہی یوگ بتایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

योगश्चित्त वृत्ति निरोधः । तदा द्रष्टुः स्वरूपेऽवस्थानम् ॥

"یوگ چت ورتیوں کو روکنے کا نام ہے۔ اس سے آتما کا ٹکاؤ اپنے سروپ میں ہو جاتا ہے۔،، اپنے سروپ میں ٹکاؤ کو دوسرے لفظوں میں پرماتما کے ساتھ ملاپ کہہ لو کیونکہ آتما کا اصلی سروپ پرماتما ہے۔

آجکل کسی خاص دھرم کو ماننے والا آدمی اسے سمجھا جاتا ہے جو اس دھرم کا باہری بھیس دھارن کرتا ہے لیکن جیسے کہ منو جی نے کہا ہے۔ "باہری نشانیاں دھرم کی علامات نہیں ہیں،،

लिङ्गम् न धर्म लक्षणम ॥

کیش داڑھی رکھنا۔ چوٹی رکھنا۔ یگیوپویت دھارن کرنا۔ پیلا یا بھگوا بھیس پہننا۔ منہ پر پٹی باندھنا

ترجمہ:- ” ہردے مندر “

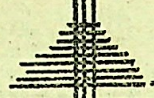
جب میں نے ہردے مندر میں باس کر لیا تو دُنیا یعنی سنسار کے بکھیڑوں سے چھُوٹ گیا، اس سے میرا آنند ویہول اور گدگد پرسن ہو گیا۔ میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اور سب بندھنوں سے مکت ہو گیا۔ جب میرے لئے کوئی بندھن نہ رہے تو میرے سب دُکھ بھی مٹ گئے۔ اور سب وپتاؤں کا انت ہو گیا۔ اسی اوستھا میں میرے لئے مندر اور کعبہ میں بھی جانا او شنکا نہ رہا۔ سب کرم کانڈ کا کھیل ختم ہو گیا۔ اب تو سر وتھا میں پربھو کرپا پر ہی آدھارت تھا، اب میرا پالن پوشن اُنکے ہی ہاتھ میں تھا، کیونکہ واستو میں یہ میرے لئے سورگ دھام ہی بن گیا تھا۔ ہردے مندر میں باس کر لینے سے اب مجھے نہ کسی وستو کے نکٹ (نزدیک) اور نہ دُور ہونے کا دھیان رہا۔ (مجھے دُور و نزدیک کا احساس ہی نہ رہا) اور نہ کسی سے دویش اور ایرشا کی بھاونا ہردے میں رہی، بھگوان کے اتنے نکٹ ہونے سے نہ مجھے مجنوں کی طرح اور نہ ہی فرہاد کی طرح دُکھ اُٹھانا پڑا۔ جنہیں اپنی پریمیکاؤں لیلےٰ اور شیریں سے وِیوگ (فراق) ہی رہا، میری حالت اِن سے مختلف تھی، کیونکہ میں تو ہمیشہ پربھو کی یاد میں ہی مگن رہنے لگا۔ اور میرے تمام کشٹ دُور ہو گئے۔ کیوں؟ صرف اس لئے کہ میں نے اپنے ہردے مندر میں باس کر لیا تھا۔

اس فارسی نظم کا لبِّ لباب یہ ہے کہ انسان بیرونی دُنیا میں رہنے سے کئی مصائب کا شکار ہوتا ہے۔ کیونکہ ہمارے حواس خمسہ ہمیں گوناگوں لُطف اُٹھانے کے لئے مجبور کرتے رہتے ہیں۔ جب ہم انترمکھ ہو جائیں یعنی باہیہ یا بیرونی پدارتھوں سے بے تعلق ہو تو زندگی میں زبردست تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ کبیر صاحب کی بانی میں ایک ’پد‘ ہے۔

کبیر دھارا اگم کی ستگور دیئی لکھائے
یا کو الٹ سمرن کرو، سوامی سنگ ملائے

جس کا سادھارن طور پر یہ مطلب ہے کہ ستگورو نے ہمیں اگم کی دھارا یعنی اسرارِ حقیقی زندگی یا رازِ سلسلۂ حیات جو اگم ہے یعنی جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں چلتا کہ یہ کب شروع ہوا اور کس طرح سے ہم پر کھول کر واضح کر دیا اور ہم اُنکی کرپا سے اسکو سمجھ گئے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اس کو انترمکھ ہو کر (یعنی الٹ کر) سمرن کرو، اور سمجھو، اور کسی طرح سے یہ سمجھ میں آنے والی چیز نہیں ہے۔ اور اگر ایسا کرنے میں تم کامیاب ہو گئے تو پھر سوامی سے ارتھات پربھو نارائن سے ہمارا ملاپ ہو جائے گا۔ صریحاً ’انترمکھ‘ ہونے سے ہی یہ پراپتی ہو سکتی ہے۔ اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ مقصد محض دُنیاوی کشاکش اور ’ناگ و دو‘ اور خرو عات سے بچکر پربھو پرماتما کی شرن گرہن کر لینے سے ہی پورا ہو سکتا ہے۔ فقط۔

(جگن ناتھ کھنہ صفی)



کرم پھل

از قلم شری سوامی ودیا ساگر جی

ٹھاکر رنجیت سنگھ تھے تو انٹرنیس پاس مگر ملی تھی کانسٹیبلی ایک دن وہ رات میں گشت کرتے ہوئے ایک مہاتما جی کی کٹیا پر جا پہنچے

مہاتما۔ تم کون ہو؟ رنجیت۔ میں ایک سپاہی ہوں

مہاتما۔ یہاں کیوں آئے؟ رنجیت۔ آپکے درشن کرنے

مہاتما۔ نہیں، کسی اچھا سے آئے ہو۔

رنجیت۔ ہاں مہاراج! کچھ اچھا بھی ہے۔

مہاتما۔ کیا اچھا ہے؟

رنجیت۔ میں میٹرک پاس ہوں مگر سپاہی بنا۔ رات کو گشت کرتا پھرتا ہوں۔ ہمارا تھانیدار مزے سے پلنگ پر پڑا سو رہا ہوگا۔ اس لئے مہاراج! میں بھی تھانیدار بننا چاہتا ہوں۔

مہاتما۔ تھانہ دار بن جانے پر پھر تم مجھکو پہچانو گے؟

رنجیت کیوں نہیں مہاراج! خوب پہچانوں گا۔ اور خوب مانونگا۔

مہاتما۔ تھانے پر کب تک پہنچو گے۔؟

رنجیت۔ تین دن بعد۔

مہاتما۔ تب تم کو تھانے میں تھانیداری کا حکم آیا ملیگا۔

رنجیت۔ دھنیہ مہاراج! آپ مہاتما لوگ لکیر پہ چاہے جو لکھ سکتے ہیں لیکھ پر میکھ مار سکتے ہیں۔ تقدیر کے ودھان کو بدل سکتے ہیں۔ مہاتما لوگوں کا کنٹرول موت اور تقدیر دونو پر ہے۔

(تیسرے دن رنجیت تھانے میں پہنچے، تھانیدار کو سلام کیا)

تھانیدار۔ آئیے ٹھاکر صاحب! اب آپ مجھے کیوں سلام کرتے ہیں؟ اب تو آپ میرے برابر ہو گئے۔

رنجیت۔ سو کیسے سرکار؟ کہاں سپاہی کہاں تھانیدار کہاں زمین اور کہاں آسمان؟

تھانیدار۔ نہیں آپ بھی تھانیدار ہو گئے ہیں۔

رنجیت۔ داروغہ جی! آپکو مجھ غریب سے دل لگی نہیں کرنی چاہیئے

تھانیدار۔ یہ لیجیئے سرکاری حکم نامہ۔ آج ہی مجھ سے چارج لے لیجیئے۔ میرا تبادلہ ہبکپور کے تھانہ میں ہوگیا ہے۔ آپ اسی تھانہ میں سپاہی رہے اور اسی میں تھانہ دار ہوئے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔

(سال بھر بعد وہی مہاتما جی تھانے میں آئے پہرے کے سپاہی سے تھانہ دار کا حال پوچھا)

وہ بولا بڑا ظالم تھانہ دار ہے مہاراج! چھوٹے سے بڑا ہوا ہے۔ سنت رحیم نے کہا۔

جو رحیم اوچھو بڑھے۔ تو اتِ ہی اترائے
پیادے سے فرزی بھیو۔ ٹیڑھو ٹیڑھو جائے

مہاتما۔ وہ کیا کرتا ہے۔؟

سپاہی۔ وہ ان لوگوں کو بے قصور حراست میں لے لیتا ہے، اور ان سے ہزاروں روپیہ لے کر تب چھوڑتا ہے۔ بنا ہوئے کسی کے گھر سے افیون اور کسی کے گھر سے کچی شراب۔ کسی کے مکان سے گانجا اور کسی کے مکان سے اسلحہ برآمد کرا دیتا ہے علاقہ بھر تھرّا رہا ہے۔ خوبصورت بہو بیٹی بچنے نہیں پاتی۔ غریبوں کی بیگار سے پیسے ڈالتا ہے۔ بغیر گالی گلوج کے بات نہیں کرتا سپاہی اور چوکیداروں پر ہنٹر بازی کرتا ہے۔

مہاتما۔ اتنا ظالم ؟

سپاہی۔ پبلک نے اسکا نام ہی "ہنٹرباز تھانیدار" رکھ دیا ہے۔

مہاتما۔ میں اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔

سپاہی۔ ایسا نہ ہو کہ وہ آپ پر ناراض ہو! اور میری بھی کھِل کر خبر لے۔

مہاتما۔ نہیں! جا کر کہو کہ آپ کے گورو جی آتے ہیں۔

(سپاہی نے جا کر اطلاع دی۔ تھانیدار رنجیت سنگھ سیگرٹ پیتے ہوئے باہر نکلے مہاتما جی کو دیکھا۔ پہچانا، پرنام کیا۔ اور سہت اندر لے گئے۔ آرام کرسی پر بٹھلایا۔ آپ ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑے ہو گئے۔)

مہاتما۔ کہو تمھاری اچھّا پوری ہو گئی ؟

تھانیدار۔ ہاں مہاراج مہاتما۔ اب کیا اچھّا ہے ؟

تھانیدار۔ اب تو یہی اچھّا ہے کہ آپکو کچھ گورو دکشنا بھینٹ کروں۔

مہاتما۔ کیا دوگے ؟ تھانیدار۔ جو آپ آگیا دیں۔

مہاتما۔ تم دے نہیں سکو گے ؟

تھانیدار۔ میرے یوگیہ حکم فرمایئے۔

مہاتما۔ پانچ سیر، بچھّو منگوا دو۔

تھانہ دار۔ بہت اچھّا۔

(تھانہ دار نے سپاہیوں کو بُلایا۔ حُکم دیا کہ اپنے اپنے حلقہ میں جا کر بچھّو اکٹھے کرو۔ کل شام تک پانچ سیر بچھّو آجانے چاہئیں)

تھانیدار۔ مہاتما جی! بچھو تو صرف پانچ چھ ہی ملے اب کیا کرنا چاہیئے

مہاتما۔ دیکھ لی تمہاری تھانہ داری! تُم ایک مردہ تھانیدار ہو۔

تھانیدار۔ مہاراج! آپ ہی بتائیں کہ کہاں اتنے بچھّو ملیں گے ؟

مہاتما۔ اچھّا تو میرے ساتھ اقبال حسین تھانیدار کی قبر پر چلو۔ ساتھ میں کچھ چوکیدار اور پانچ گھڑے لے لو۔

تھانیدار۔ اقبال حسین تھانیدار S.E.9 آئی سی! روہیلا تھانیدار۔ اس کی قبر پاس ہی ہے۔

(سب لوگ وہاں پہنچے۔ قبر کھودی گئی۔ دیکھا گیا کہ لاش کے اوپر نیچے قبر بھر میں لاکھوں بچھّو گھوم رہے ہیں)

مہاتما۔ لو، چاہے جتنے بچھّو لے لو۔

تھانیدار۔ مہاراج! اتنے بچھو یہاں کہاں سے آگئے ؟

مہاتما۔ جتنے روہیلے تھانیدار مرتے ہیں اُنکا ماس بچھّو ہی کھاتے ہیں۔ اقبال حسین بڑا تعصبی تھا۔ وہ ہندوؤں کو کافر سمجھتا تھا۔ اور اِن کو ہر طرح تنگ کرتا تھا۔ مسلمان غنڈوں کو چھوڑ دیتا تھا۔ لیکن مظلوم ہندوؤں پر مقدمات چلاتا۔ اِنکی بہو بیٹیوں کی عزّت خراب کرتا۔ اس کو یہ وہم تھا کہ کافر کو مارنے اور تنگ کرنے سے بہشت ملتا ہے لیکن یہ اُسکی بھول تھی۔ قانون قدرت ہندو، مسلمان، عیسائی سب پر یکساں ہی لاگو ہوتا ہے۔ خُدا کے گھر میں انصاف ہے اندھیر گردی نہیں ہے۔ بد اعمالوں کا نتیجہ کبھی بھی بہشت نہیں ہو سکتا۔ مولویوں نے لوگوں کو گمراہ کر رکھا ہے۔

تھانیدار۔ ہیں۔

مہاتما۔ ہیں کیا۔ جب تُو مرے گا۔ تب تیری لاش جمنا میں بہائی جائے گی۔ وہ ایک خندق میں جا گریگی۔ وہاں بچھّو آکر تجھے اسی طرح کھائیں گے۔

تھانیدار۔ تھانیداری کا یہ انجام؟ حکومت کا یہ نتیجہ؟ پاپ کرموں کا یہ پھل؟

مہاتما۔ اور نہیں تو کیا سورگ میں جاؤ گے ؟

تھانیدار۔ آج ہی استعفیٰ بھیج کر میں فقیری کرونگا۔ لعنت ہے ایسی تھانیداری پر!

مہاتما۔ نہیں تھانہ داری کے عہدہ میں کوئی نقص نہیں۔ تم غریبوں کی امداد کرو۔ ناحق انیاچار نہ کرو۔ انیاچار نہ کرو، انصاف کرو۔ اقبال حسین کی طرح تعصّب اور تنگدلی کی وجہ سے غیر مذہب والوں پر انیائے نہ کرو اور اُن پر خواہ مخواہ ہی مقدمات نہ چلاؤ۔

ہر استری کو ماتا سمان جانو اور رشوت خوری سے باز آؤ۔ اپنے ملازموں کے ساتھ رواداری سے پیش آؤ۔ حق حلال کی کمائی کھاؤ۔

رنجیت۔ مہاراج! اس ملازمت میں رشوت لئے بغیر گذارا ہی نہیں ہو سکتا۔ اس کرم چکر سے چھوٹنا ہی چاہتا ہوں اور منش جنم کو سپھل کرنا چاہتا ہوں۔

رنجیت نے تھانیداری سے استعفیٰ دیدیا اور ہردوار رشی کیش میں جا کر بارہ سال گھور تپ کیا۔ بعد میں مہاتما جی کی طرح گیان وان ہو کر سنسار کے کلیان کے لئے نرنتر وچرتے ہوئے سنیاس دھرم کا پالن کیا۔ (اوم شم)

رباعی

دیکھا ویرانی کبھی بے دل نہ ہونا چاہیے
ہندوؤں کا داغ پھر دامن سے دھونا چاہیے
مر مٹنے والے دھرم پہ جانو کہ زندہ ہو گئے
نوجوانو دیوتا کا بیج بونا چاہیے

(رتن گردھ شنکری)

ہندو ویر سے خطاب

(شری ہنس راج ٹھکریہ جوشؔ)

ہے آرزو تو عزم انتظار پیدا کر
خزاں میں قوم کی خاطر بہار پیدا کر
وطن کے اجڑے ہوئے گلشن پر بہا آنسو
ان آنسوؤں سے نیا سبزہ زار پیدا کر
بہادروں کی طرح کاٹ زندگی کے دن
مصیبتوں میں بھی صبر و قرار پیدا کر
خدا کے واسطے جاگ اے میرے وطن کی خاک
جو کر سکے تو کوئی جاں نثار پیدا کر

وطن کی آن پہ قربان جان کر اے جوشؔ
جو کر سکے تو کوئی یادگار پیدا کر

ہندوؤں کی غفلت

(شری رتن لعل منہاس)

سوتے سوتے ہندوؤ قسمت تمہاری سو گئی
لٹ گیا گھر بار بھارت کی تباہی ہو گئی
پھول کھلتے تھے جہاں اور گا رہی تھیں بلبلیں
صبح دم شبنم وہاں دو چار آنسو رو گئی!
کیا ہوا ہندوستاں، سونے کی چڑیا کیا ہوئی
ہائے سچ مچ ہاتھ کیا وہ جان سے بھی دھو گئی
حکمراں تھے ویر جب کے ساری بھارت پر کبھی
پہن کر طوق غلامی شان و شوکت کھو گئی!

گرجتے تھے شیر کی مانند جو ہندو سدا
آج لومڑی کی طرح آواز انکی ہو گئی

۱۔ موجودہ آزادی۔ گو امیروں کیلئے مزید امیر بننے کا سادھن بن گئی ہے لیکن عام غریب جنتا تو بے حد پسی جا رہی ہے! اور اخلاقی طور پر تو سارے دیش کا ہی دیوالہ نکل چکا ہے۔ اسلئے لوگوں کی نظروں میں یہ آزادی نہیں بلکہ بربادی ہے۔

اوم قسط اول

کیا ہندو قوم زندہ رہیگی؟

(شری گوپال داس کپور مسرور)

بھارت ورش کی بدنصیبی اور بدقسمتی کہئے کہ بیرونی حملہ آوروں کے پے در پے حملوں کی وجہ سے مُلک کمزور ہوتا گیا۔ افغانستان۔ ترکستان۔ یونان۔ ایران اور مصری حکمرانوں تک جب یہاں کی بے پناہ دولت کی داستانیں پہنچتی تھیں تو اُن کے دل حسد کی آگ سے تڑپ اُٹھتے۔ یہاں کی خوشحالی سے وہ جل بھُن جاتے۔ سکندر، سبکتگین۔ اور غوری کے لگاتار حملے اسی سلسلہ کی کڑی تھے۔ یہاں کے حکمرانوں کی آپسی پھوٹ بھی ہندوؤں کے زوال کا موجب بنی۔ اوّل اوّل تو ان حملوں کا مقصد ہندوستان کی دولت اور حُسن لوٹنا تھا۔ اپنی حرص و ہوس کی تکمیل کے لئے یہ حملہ آور صدیوں ہندوستان سے برسرِ پیکار رہے۔ آہستہ آہستہ حالت مذہبی تعصب کا رنگ بھی لیتی گئی۔ تیمور لنگ کے بعد بابر اور ہمایوں کے لئے حالات سازگار نہ ہوسکے کہ وہ یہاں کی دولت لوٹ کر واپس لوٹ جاتے۔ جیسا کہ ان کے پیشرو یہاں کی دولت۔ ہیرے جواہرات لوٹ کر لے جاتے تھے۔ ان حکمرانوں نے ہندو عورتوں کو مالِ غنیمت سمجھا اور انہیں بھی اپنے ملکوں میں لے جاکر فروخت کیا۔ چونکہ ہندوستان کے تمام راجواڑوں میں آپسی رقابت کی وجہ سے کوئی اتفاق اور مشترکہ مقابلہ کی تنظیم نہ تھی۔ اس لئے ان بیرونی حملہ آوروں کے لئے یہاں قبضہ کرنے اور اپنی حکومت کو وسعت دینے میں آسانیاں ہوتی گئیں۔ ایسی ہی صورتِ حال کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے بابر اور اُسکے جانشین ہمایوں نے سلطنتِ مغلیہ کو مستحکم کیا۔ رہی سہی کسر جلال الدین اکبر نے پوری کردی۔ راجپوتوں کی رقابت کا پورا پورا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اُن سے رشتے استوار کئے۔ اور یہ راجپوت اپنی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے ایک دوسرے کو کمزور کرتے گئے اور مسلم حکمرانوں کی بن آتی رہی۔ ہندوؤں کو ختم کرنے کے لئے وہ تبلیغ اسلام میں پوری پوری دلچسپی لینے لگے۔ جہاں کہیں حالات موافق ہوئے وہاں شاہانِ مغلیہ نے قاضیوں کے فتوؤں کی آڑ میں بزورِ شمشیر بھی کام لیا، اور کسی میں مخالفت کی ہمت نہ ہوئی۔ درحقیقت ہندو حکمرانوں کی آپسی پھوٹ اور خود غرضی نے ہی سلطنتِ مغلیہ کے پاؤں جمادیئے۔

اکبر اعظم تو راجپوتوں میں پھوٹ ڈالنے کے ساتھ نرمی سے تبلیغ کرتا رہا۔ لیکن اس کے بعد کے جانشینوں نے تبلیغ اسلام میں ذاتی دلچسپی لی۔ اور حکومت میں ایسے محکمے بھی قائم کئے اور دل کھول کر اس کام کو فروغ دیا۔ ہندوؤں پر صرف ہندو ہونے کے ناطے ظلم و تشدد کا چکر چلایا گیا۔ حقیقت رائے کے واقعہ کو مؤرخ چاہے کسی ڈھنگ میں پیش کریں۔ بیشک وہ اسے شاہجہان کی انصاف پسندی قرار دیں۔ یا اُسے غیر متعصب ثابت کرنے کے لئے کوئی رنگ دیکر پیش کریں۔ لیکن اُنکے گنہگار دل کہاں تک اس پر پردہ ڈال سکیں گے کہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ ہندوؤں میں بدلے کے آثار آنے لگے تھے۔ اور ملک گیر مسلح بغاوت کا خطرہ پیش تھا۔ ہندو اس کھُلم کھُلا ظلم

کو برداشت نہ کر سکے۔ اور سارے ہندوستان میں ایک آگ سی بھڑک اُٹھی تھی۔ شاہجہان وقت کی نزاکت کو سمجھ گیا۔ اُسے خوف لاحق تھا کہ کہیں چاروں طرف پھیلتی ہوئی بغاوت مزید پھیل گئی تو اُسکی سلطنت کی بنیادیں ہل جائیں گی۔ اسی لئے (انصاف پسندی کا ڈھنڈورا پیٹنے کے لئے) چند مولویوں اور قاضیوں کو بروقت دریا برد کر کے بغاوت کو فرو کر لیا۔ اور اپنے انصاف کی دھاک بھی بٹھالی۔

مذہبی تعصب کی اس سے گندی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہندوؤں کو ختم کرنے کیلئے سری گورو تیغ بہادر کو دلّی میں شہید کیا گیا۔ تمام مُسلم مورّخ اس معاملہ میں آئیں بائیں شائیں سے کام لیتے ہیں۔ لیکن چاندنی چوک کا ذرّہ ذرّہ اور گوردوارہ سیس گنج حاکم وقت کی گندی ذہنیت کی گواہی دے رہے ہیں۔ ہے کوئی تاریخ دان جو سری گورو گوبند سنگھ کے دوؔ صاحبزادوں کو زندہ دیوار میں چنوائے جانے سے انکار کر سکے۔ اور دوسرے دو صاحبزادے بھی میدان جنگ میں اسی مذہبی جنون کا شکار ہوئے۔ خود کلغی دھر مہاراج نے اِن ظالموں کے ہاتھوں دُکھ سہے۔ اور وہ ظلم و تشدّد کا زندگی بھر مقابلہ کرتے رہے۔ کیا بندہ بیراگی کے ساتھ انسانیت سوز سلوک نہیں کیا گیا۔ کیا اس کے جسم کو گرم سلاخوں سے داغ داغ کر کے اسلام کی دھاک نہ بٹھائی گئی؟ جبکہ ہر بات کو مذہبی رنگ دیکر ہندوؤں پر ظلم و ستم ڈھائے گئے۔ ایسے ایسے شرمناک طریقے استعمال کیئے گئے کہ خود اخلاق تہذیب۔ شرافت اور انسانیت شرمسار ہو۔ ہندوؤں پر جزیئے۔ قید و بند کی صعوبتیں وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ۔ ہماری شنید ہے کہ ہماری سیکولر گورنمنٹ اپنے پُرانے اتہاس کو اپنی من مرضی تبدیل کر کے مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اور اس کے لئے ہندو مسلمان اتحاد کی وجہ بتاتی ہے لیکن ہماری رائے میں اتہاس کو تبدیل کرنا تو اب ناممکن ہے۔ وجہ یہ کہ مسلمان بادشاہوں کے ظلم و ستم کی بنا پر سِکھ قوم کا وجود ہوا تھا۔ اس لئے سکھ قوم کا اتہاس تبدیل کرنا موجودہ حکومت کے بس کا روگ نہیں ہے۔ بہتر ہوگا کہ اتہاس کو تبدیل اور غلط پیش کرنے کی بجائے ہند کے مسلمانوں کو اصل حالات بتائے جاویں، کہ جیسے ہندوستان کے ہندو سناتن رشیوں کی اولاد ہیں۔ ویسے ہی ہندوستان کے مسلمان بھی ہیں۔ اس لئے بھائی بھائی ہیں۔ وہ بیشک مذہب کے لحاظ سے مسلمان بنے رہیں لیکن نسل کے لحاظ سے وہ ہندوستانی ہیں۔ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بعد جیسے تمام ہندو اور مسلمان کھانڈ کی طرح آپس میں مل گئے تھے اسی طرح اب بھی اپنے دیش کی خاطر سب تفرقات مٹا دینے چاہئیں۔ نیز تعصب اور تنگدلی کو خیرباد کہنا چاہئے۔ جو کہ ہمارے دیش کے مکّار دشمن انگریز کی اپج ہے۔ صحیح مسلمانی مذہب جس کو حضرت محمدؐ نے ایجاد کیا تھا۔ وہ ظلم و ستم اور تعصب نہیں سکھاتا اُن کے کلمہ توحید سے ظاہر ہے کہ وہ ہندو دھرم کی طرح سب کو ہی خدا کا روپ دیکھتا ہے۔ اُنکی ایک ایک آیت سے کہ خدا رحیم و کریم ہے کی ہی صدا نکلتی ہے اسلئے جن مسلمان بادشاہوں نے یا لیٹروں نے ہندوستان کے باشندوں پر ظلم و ستم ڈھائے۔ وہ مسلمان کہلانے کا حق نہیں رکھتے۔ بلکہ ایسے بد اخلاق اور بے دین لوگوں نے مسلمانی مذہب کو بدنام کیا ہے۔ جہاں انہوں نے ہندو دھرم کو نقصان پہنچایا ہے وہاں مسلمانی مذہب کو بھی دُنیا کی نظروں میں ذلیل کیا ہے۔

اگر ہندوستانی مسلمان ایسے ظالم بادشاہوں کی تعریف کرنے کی بجائے اُن کو ظالم اور بے دین سمجھیں۔ تو پھر اتہاس تبدیل کئے بغیر ہی ہندو مسلم اتحاد ہو سکتا ہے۔ چونکہ ہندو اور مسلمانوں نے اَب اسی دیش میں رہنا ہے۔ اس لئے آپسمیں نفرت پھیلانے کی بجائے سب کو بھائی بھائی سمجھنا چاہیئے۔ اور جو مولوی یا پنڈت یا سیاسی لیڈر تفرقہ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُنکی زبان بند کرنی چاہیئے۔)

ہندو قوم بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتی کہ شروع میں ہی ان مُسلم حکمرانوں کے معاملہ میں ان سے غلطی در غلطی ہوئی۔ جہاں ہم ہر بیرونی حملہ آور کو اپنے اندر جذب کر لیتے تھے ہماری تہذیب۔ اخلاق۔ رواداری دھرم کرم کے اعتقاد اتنے پختہ تھے کہ ہمارے دشمن بھی ہمارے اپنے ہو گئے۔ وہ پوری طرح ہم میں جذب ہو گئے اور اُنکی کوئی جُداگانہ ہستی ہی نہ رہی۔ لیکن ان مُسلم حکمرانوں کے وقت معاملہ اُلٹ رہا۔ ہم ہی ان میں جذب ہوتے گئے۔ جس کے لئے ہماری آپسی پھوٹ۔ دھرم کرم سے بے نیازی۔ لالچ۔ خود غرضی۔ دولت پرستی ہوس اقتدار اور ہندو راجواڑوں کی آپسی رقابت ذمہ دار ہیں۔ ہماری ان کمزوریوں کا مُسلم حکمرانوں نے پورا پورا فائدہ اُٹھایا۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں ہندو عورتوں کو زبردستی مسلمان حرموں اور گھرانوں میں داخل کر دیا گیا۔ ان سے جو اولاد پیدا ہوئی وہ ہماری نہیں بلکہ مسلمانوں کی فرماں بردار بنی اور ہماری دُشمن۔ چھوا چھات نے جلتی پر تیل چھڑکا۔ تنگدلی کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ ہماری ہر کمزوری کا دُشمن نے فائدہ اُٹھایا۔ روپیہ جاگیریں۔ عہدے۔ عورت۔ بوقت ضرورت طاقت کا استعمال۔ حکومت کی طرف سے پُشت پناہی وغیرہ بیسیوں ناجائز حربے استعمال ہوتے رہے۔

ہماری پُرانی تہذیب اور تواریخی کُتب کو ایندھن کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اور جہاں ممکن ہوا غلط تاویلیں اور غلط ترجمے ہمارے سامنے پیش کئے گئے۔ ہمارے دھرم گرنتھوں کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا۔ جسکی وجہ سے ہندوؤں کی کمی اور حکمران قوم کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا گیا۔ جس کا نتیجہ مزید نفرت کی خلیج میں سامنے آیا۔ بہرحال مُسلمان حکمرانوں اور مُسلم ماتحتوں کے ظلم و تشدد اور انتہا درجہ کی عیش پرستی رنگ لائی۔ قدرت نے سلطنت مُغلیہ کا تختہ اُلٹنے میں انگریز کا ساتھ دیا۔

انگریز کی حکومت آئی۔ یہ بنیا قسم کی قوم بھی انہیں حربوں کو استعمال کرتی رہی۔ جس کا استعمال ان کے پیش رو حاکموں نے کیا تھا۔ فرق صرف یہ رہا۔ کہ مسلم حکمران یہیں کے باشندے رہے لیکن انگریز نے اپنا وطن ہی عزیز سمجھا۔ اور جیسے بھی بن پڑا ہندوستان کی دولت سمیٹ کر انگلینڈ کے خزانے اور وہاں کے تاجروں کی تجوریاں بھرتے رہے۔ نیز وہاں کے عوام کو خوشحال بناتے رہے۔ ادھر ہندوستان میں ہندو مُسلم منافرت کو ہوا دیکر اپنی مطلب براری پیش نظر رکھی۔ انگریزی حاکموں نے ہر طرح سے ہندوستانی قوم کو کمزور کیا۔ تمام انتظامیہ اُمور اور تنظیم پر اپنا قبضہ رکھا۔ تمام کلیدی عہدے انگریز کے اپنے ہاتھ میں تھے۔ ہندوستانی تو صرف کلرک ہی رہے۔ اسی لوٹ کھسوٹ کو جاری رکھنے کے لیئے "تقسیم کرو اور حکومت کرو" کی پالیسی اپنائی اور اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے ہندوستان کے حصے بخرے کرنیکی ٹھانی۔

برما اور سیلون انتظامیہ نظام کے بہانے علیحدہ کر دیئے۔ جزائر انڈیمان. نکوبار وغیرہ بھی علیحدہ کر لئے۔ شکر ہے کہ بنگالیوں نے وقت پر انگریز کی چال بھانپ لی اور تقسیم بنگال نہ ہو سکی۔ آہستہ آہستہ ہمارے درمیان انگریز نے ہندو و مسلم ۔ سکھ۔ عیسائی ۔ فرقوں کو جُدا جُدا نمایندگی دی۔ زمیندار اور غیر زمیندار۔ کاشتکار غیر کاشتکار وغیرہ کئی طریقوں سے پھوٹ ڈالی گئی۔ انگریز نے اصلاحات کے نام پر نفرت کی مزید نشوو نما کی۔ جُداگانہ نیابت بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی جس کو نہ سمجھ کر ہندوستانی اپنے ہی خون کے پیاسے ہو گئے جگہ جگہ ہندو مسلم جھگڑے اُٹھ کھڑے ہوئے اور ہم شیر و شکر ہوتے ہوئے بھی انگریز کی مکروہ چالوں کا شکار ہوتے گئے۔ باقی آئندہ

زمانہ قہرواں کیونکر ہُوا؟

سوچئے

شری گوپالداس گپتہ مسرور

اک تعجّب ہے زمانہ قہرواں کیونکر ہُوا
سارا عالم دشمن ہندوستاں کیونکر ہُوا

اس قدر غافل ہمارا باغباں کیونکر ہُوا — تنکے تنکے یوں چمن میں آشیاں کیونکر ہُوا
دیش والے سب وفاداری کے دعویدار ہیں — دیش کا ہر راز غیروں پر عیاں کیونکر ہُوا
وقت ہے پہچانیے وہ ننگ محفل کون ہیں — بے مزا یوں رنگ بزم دوستاں کیونکر ہُوا
ہند کے نشوونما کے خالق بنائیں تو سہی — اک طرف افراط ہے اک بے مکاں کیونکر ہُوا
اپنی اپنی ڈفلیاں ہیں۔ اپنے اپنے راگ ہیں — مشترک پھر دیش کا سود و زیاں کیونکر ہُوا
اب نہیں ہو گی گوارا ہم سے ذلّت دیش کی — پھر نہ کہنا کل کو باغی کارواں کیوں کر ہُوا
آنے والے دیکھ سکتے خون سے سینچا چمن — گلستاں در گلستاں در گلستاں کیوں کر ہُوا

ہم نے سوچا تھا جہاں مسرور ہوتا دیکھ کر
اس زمیں کا ذرہ ذرہ کہکشاں کیونکر ہُوا

اتحاد

متحدہ قومیت

از قلم شری محمد عبد الرحمن صدر، انڈین مسلم جماعت کاروان ساہو حیدرآباد

نسل سب دنیا کی پیدائش بابا آدم سے ہوئی۔ سب دنیا کے انسان اس بات پر متفق ہیں اور خدا نے سب سے پہلے بابا آدم کو لنکا میں اتارا۔ اور پھر وہ ہندوستان میں آئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نسلی حیثیت سے دنیا کے تمام انسان ہندوستانی ہیں۔

مذہب ۔ پیغمبر اسلام حضرت محمد صاحب نے تمام مسلمانوں اور دنیا کے تمام انسانوں پر یہ بات واضح کر دی ہے کہ وہ کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئے۔ بلکہ آدم نے جس مذہب کا پرچار کیا تھا یعنی خدا ایک ہے۔ اور میں اس کا رسول (اوتار) ہوں میں بھی اسی مذہب کو پھر سے اصلی صورت میں پیش کر رہا ہوں۔ (یہی بات بھگوان کرشن نے گیتا میں کہی ہے۔) اور اب تک دنیا میں آدم سے لے کر مجھ سے پیشتر تک جتنے بھی پیغمبر آئے ہیں۔ (ظاہر ہے اس میں ہندوستان کے اوتار اور رشی منی اور مہاتما بھی شامل ہیں) وہ سب سچے تھے۔

ان حقائق کے بعد یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مذہبی یا روحانی تعلیم کا مرکز ہندوستان ہی ہے! وہ ہندوستان روحانیت کا علمبردار ہے۔

ملک ۔ ہندوستان سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔ بلحاظ مذہب و ملت یہ سب کا ملک ہے۔ اس کی دھرتی سے پیدا ہونے والے اناج، میوہ، ترکاریاں وغیرہ کا استعمال کر کے ہم اپنے جسم کو بناتے ہیں۔ اس لئے اس دھرتی کی حفاظت کے لئے ہمیں ہر پرکار کی قربانی دینی ہوگی۔ اور دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا۔

قوم ۔ مذہبی حیثیت اور بنیادی عقیدہ میں ہم سب ایک ہیں۔ اور ہم سب کے مذاہب ایک قدیم ہندوستانی مذہب سے وابستہ ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ محبت اور پیار سے رہنا چاہئے۔ اور ایک دوسرے کے مذہب کو سمجھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہم میں پھوٹ جاری رہی تو اس کا فائدہ کمیونسٹ اٹھائیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نہ یہاں مسجدیں رہیں گی۔ نہ مندر اور نہ گوردوارے اور نہ گرجے۔ اس لئے جتنی جلدی ہو سکے ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے۔

گائے ۔ گائے ہم ہندوستانیوں کی ماتا ہے کیونکہ ہم اس کا دودھ پی کر زندہ رہتے ہیں ہندوستان میں نوے ۹۰ فیصدی مسلمان گائے کا گوشت نہیں کھاتے بلکہ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔ حکومت کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ ملک کے عوام کے اس اہم مقدس مطالبہ کو مان کر گائے کے ذبح پر فوراً پابندی عائد کرے۔ یہ جلد از جلد ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہ قومی اتحاد کے لئے بہت ضروری ہے۔ مخالفانہ آواز محض اپنی لیڈری کو چمکانے کے لئے ہے۔ اس قسم

کی لیڈری کی مخالفت بہت ضروری ہے۔ (مہاتما گاندھی نے فرمایا تھا۔ کہ گائے کو بچانے کے لئے مجھے اپنی جان دے دینی چاہیئے۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہی ہمارا دھرم ہے۔)

ماخوذ اخبار پرتاپ ۸/۶۸ "

قومی زبان۔ ہم سب کی قومی زبان ہندی ہونی چاہیئے۔

وقت کی آواز

(شری گوپال داس کپور مسرور)

وقت کی آواز ہے ہر اک جواں آگے بڑھے
حافظِ آزادیٔ ہندوستاں آگے بڑھے

امن کے خواہاں ہیں لیکن جنگ سے ڈرتے نہیں
دوست دشمن سوچ کر سود و زیاں آگے بڑھے

جنگ بھی منظور لیکن امن عالم کے لئے
خوف کب کھاتے ہیں ہم۔ سارا جہاں آگے بڑھے

کس میں ہمت ہے ہمارے نوجواں کو ٹوک دے
جس میں ہو کچھ حوصلہ وہ بے گماں آگے بڑھے

دشمنِ امن و اماں برسرِ پیکار ہیں
ہر جواں ہاتھوں پہ رکھ کر نقد جاں آگے بڑھے

شیر کب روکے رکے ہیں وقت رفتن آب میں
اس طرح ہم راکٹوں کے درمیاں آگے بڑھے

یاد ہیں دنیا کو وہ دن۔ ہاں یقیناً یاد ہیں
جب ہمارے نوجواں شعلہ فشاں آگے بڑھے

دور سے امن و اماں کا شور سب بے سود ہے
صاف ہے جس جس کا دل وہ بے گماں آگے بڑھے

روکنا ممکن نہیں مسرور اہل عزم کو
ارتقائے ہند کا اب کارواں آگے بڑھے

قسط نمبر ۲

ہندو سنسکرتی اور مریادائیں

از قلم شری گردھاری لال آہوجہ لبنڈ لارڈ - پردھان منتری سناتن دھرم سبھا - فرید آباد نگر

ذات پات ناشک تحریک کو کس شرارت آمیز اُودیش سے شروع کیا گیا اور چلایا گیا - اس کا پول ایک ودوان کی قلم نے کھول دیا ہے۔

Principles of Hindu social organisation کے مصنف لکھتے ہیں۔

"Since the inauguration of Present day un touchability-abolition movement in the country, matters have been moving too fast and in the guise of raising untouchable classes, consistant attacks are being levelled at caste-system as creator of untouchability. New Indian Reformess have long been in search of an opportunity to pull down the system of caste, as it appeared to them a block in the way of every new reform they liked to intraduce into Hindu society. They allege that caste system stood like a-wall in the way of conversion of foreigners into Hinduism, and has made the uplift of untouchable classas impracticable. A. sentiment has grown among the people that the system of caste has kept Hindus divided from each other, and has prevented them from becoming a-nation. Again it has voilated the principle of equality and so has* crippled his sympathies, narrowed his circle for choice of marriage or relation ship. Hence the WAR CRY "Away with caste-system."

ارتھات :- "ذات پات ناشک تحریک کو اس ملک میں چلانے کے فوراً بعد ہی حالات کی تنا

*. led to the creation of untouchable classes. It has limited man to a cast and so has ——

بہت تیز ہوتی گئی۔ اچھوت اُدھار کے پردے کے اندر ورن آشرم مریادا کو نشٹ بھرشٹ کرنیکے
ہمت کاسٹ سسٹم کو اچھوت پن کا کارن بتلا کر اس پہ نا بڑ توڑ حملے کئے جا رہے ہیں۔ دراصل
اُدھونک ریفارمر عرصہ سے ذات پات کو ختم کرنے کے موقعہ کی تلاش میں تھے۔ کیونکہ ہندو سوسائٹی کے
اندر اپنی اچھیا کو سار اِصلاحات نافذ کرانے کے لئے اِن کی رائے میں یہ ورن آشرم مریادا بڑی بھاری
سدِّراہ ثابت ہو رہی تھی۔ اُن کا کہنا ہے کہ ذات پات کی تمیز ہندو قوم سے باہر کے لوگوں کو جذب
کرنے یا اُن کے تبدیلیٔ مذہب میں رُکاوٹ ہونے کے علاوہ اچھوتوں کی ترقی کے راستہ میں بھی حائل تھی
اُن میں یہ جذبہ بھی کام کر رہا ہے کہ کاسٹ سسٹم نے ہندوؤں کو آپس میں تقسیم کر دیا ہے۔ جس سے
ایک قوم بننے میں رُکاوٹ آ گئی ہے۔ اِن ریفارمروں کی رائے میں آشرم مریادا سامیہ واد (اکھوا سب منش
برابر ہیں) کے سدھانت کے خلاف ہے۔ نیز اس نے مانو جاتی کو ایک ذات کے اندر سنکچت کر کے
رکھ دیا ہے اور حسب خواہش شادی رشتہ کے وسیع دائرہ کو تنگ کر دیا ہے۔

اِن جذبات کے تحت ایک جنگی نعرہ کو جنم دیا گیا۔ کہ "ذات پات سے پرے ہٹو"
اُوپر لکھت اُلیکھ سے سپشٹ ہے۔ کہ یہ اندولن نیک نیتی کے ساتھ یا کسی سدھار
کے اُودیش سے جاری نہیں کیا گیا۔ بلکہ اَلپ سنکھیک جاتیوں کے جذبات
کو بھڑکا کر دلیش اور جاتی کے ٹکڑے کرنے کی نیت سے پولیٹیکل شاطروں کی
طرف سے عمل میں لایا گیا تھا۔ وشو ویاپی (عالمگیر) سدھانت اور سائنٹفک
سچائیاں پولیٹیکل مصلحتوں کے پردے میں چھپ نہیں سکتے۔ وہ پاکھنڈ کا پردہ
پھاڑ کر بالآخر صاف ظاہر ہو جاتے ہیں۔

ہندو سوشیالوجی کے ماننے ہوئے مصنف ریکھک کا اقتباس ملاحظہ فرمائیے:۔

"We have stated that Hinduism is not a creed but a culture, Religions based upon a certain formula allow admission of an alien on acceptance of the same formula. But Hinduism holds that only that conversion can be real which changes the mentality of the new comer for better and inspires him with a new and

right ideal of life. Taking this to be the object of religious conversion, it has to be admitted that interdining is no part of the programme. It should be noted that you can not raise a person much less a community by interdining. Each person has a magnetic optitudes, wich becomes fixed by adoptionsof certain Rules of conduct. So any departure from the same is sure to result in subversion of mental or moral purity. Every Human being has a magnetic influence which Emanates from him. This magnetic influence is accelerated at times of worship or dining, because a man expresses his best feelings on both these occasions and feels joy in such expression. Hence worship in the company of a persion whose magnetic influence is of a low nature must degrade you. Similarly food taken in the company of or from the hands of a low person must demorlise your mind. Worship and food both are equally sacred and their purity should be carefully preserved. With the fall of either, the doom of the individual or community is sealed and nothing on this earth can remedy this wrong. No worse misfortune can befall a race than the decline of worship or impurity of food. Nature can not be mocked and those who trifle with her pure laws must suffer terribly.

Again it is wrong to suppose that interdining produces affection or union. People dining together, have been found fighting with each other, when their selffish ends intervene." (باقی آئندہ)

Monthly 'OM' Delhi.

Vol. 35 DECEMBER 1968 Regd. No. D—34

اوم اوم

فہرستِ کتب

دھارمک رسالہ اوم دہلی سے مندرجہ ذیل کتب منگوا کر جیون کو سپھل بنائیں

پرشوتم ایک سنہ ۱۹۶۴ء تقریباً پچاس
مضامین کا مجموعہ قیمت اڑھائی روپے
آستک ناستک سنواد سوامی
شوانندجی. قیمت صرف 25 پیسے
برہمچریہ (ڈرامہ) قیمت صرف 50 پیسے
رام درشن (باتصویر) قیمت سوا روپیہ
لنڈن یاترا اور مرتک آتماؤں کے
ساتھ وارتالاپ قیمت 50 پیسے
جپ جی صاحب کا بھاشیہ. از قلم
نفیر سرداری لال جی نگرتھ قیمت 1/=
شریمد بھگوت گیتا مجلد باتصویر بہ مہاتم
قیمت صرف دو روپے پچاس پیسے.
گیتا منظوم. از خواجہ دل محمد ایم اے پرنسپل
شلوک وار منظوم ترجمہ ہے قیمت 3/=
جپ جی و سکھمنی صاحب منظوم. از
خواجہ دل محمد صاحب ایم. اے (3/50)
تلسی رامائن مکمل باتصویر مجلد اردو
سلیس زبان میں بمعہ شلوک اور ترجمہ 10/50
پربھو کے ساکشات درشن. ایک روپیہ
تقدیر اور تدبیر کا ایکس رے. ایکروپیہ
ستیہ درشن مصنفہ پروفیسر نرمل چند جی
قیمت رعایتی دو روپے 2/=
گوبند پرکاش (ہندی) قیمت روپے

انوبھوتی پرکاش (ہندی) پہلا بھاگ
5½ روپے دوسرا بھاگ سات روپے
پری پورن انوبھو (ہندی) 75 پیسے
رام پرشا اردو شری سوامی رام
تیرتھ جی مہاراج. ساڑھے چار روپے
تحفۂ درویش یعنی پھولوں کا ہار. (اردو)
از قلم منشی گھاسی رام صاحب صفحات ۲۵۰)
کلیات رام حصہ اول (اردو) 4/50

برھم یاترا از سوامی بھولاناتھ جی مہاراج
قیمت تین روپے پچاس پیسے. (3/50)
ویدانت درشن. قیمت دو روپے
پرانایام اور آسن. تین روپے.
پتنجل یوگ. قیمت تین روپے.
موت اور زندگی حصہ اول 1/50
حصہ دوم 3/= حصہ سوئم 2/= حصہ چہارم 2/=
لطف زندگی کا منشی رام جی چاولہ 2/=
امرت کنڈ. قیمت ڈیڑھ روپیہ
البشان. قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ
اے مسلم بھائی. قیمت ڈیڑھ روپیہ
آدرش گرہستھ. قیمت ایک روپیہ
پریت سینہے. قیمت دس آنے

گنگا کی لہریں. قیمت آٹھ آنے •
آدرش مانو (ہندی) قیمت چھ روپے
امرت بت رو (ہندی) ″ ۱۲ آنے
من جیتے جگ جیت (ہندی)
قیمت تین روپے (3/=)
آدرش پریوار (ہندی) قیمت تین روپے
روحانی مکالمہ. سوامی شنکر آچاریہ جی
کی مشہور کتاب پرشنوتری کا اردو منظوم ترجمہ
قیمت صرف 37/- پیسے
ساگر سنگیت موسومہ بجر ترنم. شری
سی آرداس کا شاہکار قیمت (1/50)
صدر کی گیتا. موسومہ بھگوت گیتا منظوم
ا. علامہ لچھمن پرشاد جی صدر قیمت 2/= روپے
گجندر موکھش منظوم قیمت 37 پیسے
پردہ مجاز. منشی پریم چند قیمت 6/=
رٹھی رانی. ″ 1/50
کربلا 3/= خواب خیال 3/50
شیواجی. قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے
روحانی اشارے. ایکروپیہ چار آنے
سائیں کے سو خیال. ایکروپیہ آٹھ آنے
کبیر بھجناولی. قیمت دو روپے چار آنے
نسول سنگار. پانچ روپے 5/=
بیوی اور بیسوا. کشن چند زیبا 1/50

Printed at : Sood Litho Press, Daryaganj, Delhi 6 Phone : 274437